سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۶۱

مقامِ اخلاص و محبت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ٦١

مقامِ اخلاص و محبت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ اُمیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : مقامِ اخلاص و محبت
واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
تاریخ وعظ : ۲ رجب المرجب ۱۴۱۹؁ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۹۹۸؁ء بروز جمعرات
مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ
مقام : لاہور سے واپسی پر شالیمار ریل میں
تاریخ اشاعت : ۲؍ شعبان المعظم ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۲۱؍ مئی ۲۰۱۵؁ء بروز جمعرات
زیرِ اہتمام : شعبہ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051
ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com
ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

عنوانات

اب ہوگئے ہیں وقف کسی آستاں کے ساتھ

کچھ سابقہ ضرور ہے دردِ نہاں کے ساتھ
ہے میرا رابطہ اگر آہ و فغاں کے ساتھ

اخلاص سے جو رہتا ہے پیرِ مغاں کے ساتھ
رہ کر زمیں پہ رہتا ہے وہ آسماں کے ساتھ

اخترؔ مجھے تو آہِ بیاباں سے عشق ہے
رکھتی ہے جو کہ وقف مجھے جانِ جاں کے ساتھ

اخترؔ

مقامِ اخلاص و محبت

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيۡنَ اصۡطَفٰى اَمَّا بَعۡدُ

فَاَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِيِّ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ[1]

اللہ تعالیٰ نے وَاصۡبِرۡ نَفۡسَكَ مَعَ الَّذِيۡنَ يَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِيِّ جملۂ خبریہ سے بیان کرکے قیامت تک کے لیے جملۂ انشائیہ عطا فرمادیا اور وہ کیا؟ يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ میرے ان عاشقوں کے پاس بیٹھیے جن کے قلوب میں میری ذات کے علاوہ کوئی اور مراد نہیں، یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ان کے دل میں مراد ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے مقصدِ مراد کے بارے میں درجہ اخلاص بیان کیا ہے۔

صحابہ کرام کا مقامِ اخلاص

اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اپنی زبان سے کہتے، تو قیامت تک بہت سے منکرین اور دشمنانِ صحابہ کہتے رہتے کہ صحابہ نے اپنی تعریف خود بیان کردی، لیکن جن کے اخلاص کی شہادت يُرِيۡدُوۡنَ وَجۡهَهٗ فرما کر اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں اور ساری دُنیا کو بتارہے ہیں کہ صحابہ کرام کا مقام کیا ہے۔ ان کے قلب میں میری ہی ذات مراد ہے، ان کا مراد میں ہی ہوں۔ دیکھیے! فیضِ نبوت کتنا زبردست ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اخلاص کے

[1] الکهف:۲۸

ساتھ مقید کر دیا کہ اگر اخلاص نہیں ہو گا تو نبی کا فیض بھی اثر نہیں کرے گا۔ خانقاہوں میں اوراللہ والوں کے پاس بعض لوگ ٹائم (Time) پاس کرنے کے لیے بھی آتے ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ حسینوں کے عشق نے کسی کام کا نہیں رکھا، اب کمانے میں دل نہیں لگتا تو کیا کرتے ہیں؟ اِس پر میرا ایک شعر ہے ؎

گل رخوں گل فاموں سے تنگ آکر میرؔ
ایک پیر کی ٹانگ دبایا کرتے ہیں

مخلص اور غیر مخلص کا فرق

جب یہ عشقِ مجازی میں ناکام ہوگئے، بتوں نے تنگ کیا، حسینوں نے بے وفائی کی، دنیا نے منہ نہ لگایا، جوتے پڑے، اعصاب پر غمِ عشق نے فالج گرادیا تو مایوسیوں میں آکر کسی کام کے نہیں رہے، نہ نوکری کے قابل رہے، نہ تجارت کے قابل رہے۔ جب دیکھا کہ اب کسی کام کا نہیں رہا، تو سوچا کسی پیر کی ٹانگ دباؤ اور چائے پانی پیتے رہو، سنا ہے کہ کبھی کبھی پیروں کے ہاں بریانی بھی آجاتی ہے۔ تو یہ بھی مخلص نہیں ہے اور اس کا پتا کیوں کر چلے گا؟ اس کا پتا جب چلے گا کہ جب یہ حرام مواقع پر گناہوں سے نہیں بچے گا، چائے بھی پیے گا اور بریانی بھی کھائے گا، لیکن جب کوئی اَمرد لڑکا یا کوئی عورت سامنے آئی تو یہ حرام کی لذت سے باز نہیں آئے گا، یہی دلیل ہے کہ اس کے قلب میں اللہ تعالیٰ کی ذات مراد نہیں ہے، ورنہ اگر اللہ تعالیٰ کی ذات مراد ہوتی تو جان کی بازی لگا دیتا اور کہتا کہ اے خدا! میں جان دے دوں گا، لیکن آپ کو ناراض نہیں کروں گا۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کی ایک لمحہ کی ناراضگی سے بھی پناہ مانگے گا۔

ذِکر دلیلِ محبت ہے

ہمارے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ سے معلوم ہوا کہ جو ذِکر کے پابند ہیں ان کو فیض زیادہ ہو گا۔ جو بندے اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کو مراد رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کی شان میں فرماتے ہیں یَدۡعُوۡنَ رَبَّهُمۡ بِالۡغَدٰوةِ وَالۡعَشِیِّ میرے یہ بندے مجھے صبح وشام یاد کرتے ہیں۔ بھلا وہ کیسا عاشق ہے جو اپنے محبوب کو یاد ہی نہ

کرے۔ اگر آپ کا کوئی دوست آپ سے کہہ دے کہ آپ تو ہمیں کبھی یاد ہی نہیں آتے، تو آپ بھی اس سے کہیں گے کہ بس ہمیں بھی آپ کا مقامِ عشق معلوم ہو گیا کہ آپ ہمارے کتنے بڑے عاشق ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اَلَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَ الۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡھَہٗ

یعنی میرے عاشقوں کا حال یہ ہے کہ صبح و شام مجھے یاد کرتے رہتے ہیں اور ان کے قلوب میں بس میری ہی ذات مراد ہے، میں ہی ان کا مقصود ہوں۔ آپ خود ہی بتائیے کہ جس کی زندگی کی مراد اللہ تعالیٰ ہو، تو کیا اس کی زندگی کی ہر سانس اور اس کا ہر لمحۂ حیات خالقِ حیات پر فدا نہ ہو گا؟

صحابہ کرام کے آثارِ عشق

مفسرین لکھتے ہیں کہ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی تو کچھ صحابہ مسجد نبوی میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول تھے۔ ان میں تین قسم کے صحابہ تھے، ایک تو ذَا الثَّوۡبِ الۡوَاحِدِ ایک کپڑا پہنے ہوئے تھے، اتنے غریب تھے کہ ایک ایک کپڑے میں تھے۔ دوسرے اَشۡعَثُ الرَّأۡسِ بکھرے ہوئے بالوں والے تھے، تیل خریدنے کے لیے پیسے ہی نہ تھے اور ان کے چہرے کیسے تھے؟ جَافُّ الۡجِلۡدِ[۲] فاقوں کی کثرت سے کھال خشک ہو گئی تھی۔ کھال سے انسان کی حالت کا پتا چل جاتا ہے، غریبوں کی کھال بتا دیتی ہے کہ یہ غریب ہے اور امیروں کی کھال بتا دیتی ہے کہ یہ امیر ہے، اندر کے روغن کا اثر اس کی کھال پر ظاہر ہوتا ہے۔ اسی طرح جو لوگ ذِکر اللہ کا روغن اور بریانی کھاتے ہیں، ان کی کھالوں سے ذِکر کے انوار ظاہر ہوتے ہیں:

سِیۡمَاھُمۡ فِیۡ وُجُوۡھِھِمۡ مِّنۡ اَثَرِ السُّجُوۡدِ[۳]

میرے شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر فرماتے تھے کہ راتوں کی عبادتوں سے جب صحابہ کرام کے قلوب میں نور بھر جاتا تھا، تو آنکھوں سے چھلکنے لگتا تھا اور چہروں سے جھلکنے لگتا تھا۔

یَبۡدُوۡا مِنۡ بَاطِنِھِمۡ اِلٰی ظَاھِرِھِمۡ[۴]

۲؎ الدر المنثور:۹/۵۲۳، الکھف (۲۸)، مرکز ھجر للبحوث العربیۃ
۳؎ الفتح:۲۹
۴؎ روح المعانی:۲۶/۱۲۵، الفتح (۲۹)، دار احیاء التراث، بیروت

یہ تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے جو میرے شیخ کے دل میں بغیر روح المعانی دیکھے وارد ہوئی کہ باطنی نور ظاہر پر آجاتا ہے۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ڈھونڈتے ہوئے اپنے ان صحابہ تک پہنچے اور ان سے دریافت فرمایا کہ تم سب لوگ یہاں جمع ہو کر کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الحمد للہ! میری اُمت میں اس درجہ کے اولیاء پیدا ہو گئے، کہ جن کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو گھر سے بے گھر کر کے ان کی صحبت میں بیٹھنے کا حکم دے رہا ہے۔ میں تمہارے درجات کیا بتاؤں کہ تم اللہ تعالیٰ کے یہاں کتنے قیمتی ہو! خدا کے ہاں اس غربت اور افلاس کے باوجود تمہاری اتنی قیمت ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکم دے رہے ہیں کہ اپنے گھر سے بے گھر ہو کر میرے عاشقوں میں جا کر بیٹھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اگر طلب سچی ہو تو پیر بھی مرید کے پاس بھیج دیا جاتا ہے۔

اہل اللہ سے محبت مرادِ نبوت ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ شکر ہے اُس اللہ کا، جس نے میری اُمت میں اس درجہ کے اولیاء پیدا کیے کہ ان کے پاس بیٹھنے کا اپنے رسول کو حکم دیا۔ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں آرام فرما تھے، کَانَ فِیۡ بَیۡتٍ مِّنۡ اَبۡیَاتِہٖ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھروں میں سے کسی گھر میں آرام فرما تھے، بس آیت نازل ہوتے ہی خَرَجَ یَلۡتَمِسُھُمۡ[۵] آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے اور ان کو تلاش کرنے لگے اور صحابہ کے پاس پہنچ کر اُن سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہے ہیں۔ بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یقین ہو گیا کہ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ کی جو نشانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بتائی تھی اس کے مصداق یہی لوگ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے پوچھا کہ تمہارا اللہ کو یاد کرنے کے سوا کوئی اور مقصد تو نہیں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ نہیں! بس ہم اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی اور فرمایا کہ مجھ کو تم لوگوں سے اتنی محبت ہے کہ میرا مرنا جینا تمہارے ہی ساتھ ہو گا۔ لہٰذا عاشقوں کے پاس بیٹھنا، ان کی صحبت

۵ روح المعانی: ۲۶۲/۱۵، الکہف (۲۸)، دار احیاء التراث، بیروت

میں رہنا، یہ مرادِ نبوت ہے اور جس کو یہ ذوق وشوق نہ ہو وہ مرادِ نبوت سے محروم ہے۔ جس کو اہل اللہ سے بغض اور نفرت ہو یا اُن کے پاس بیٹھنے کو اس کا دل نہ چاہے، تو وہ نبی کی اس مراد اور مقصد سے دور ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذوقِ نبوت یہ اعلان کررہا ہے کہ اے خدا کے عاشقو! میرا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہی ہوگا، چناں چہ جو مُلّا اپنے علم پر ناز کرے اور کہے کہ مجھے اللہ والوں کی کوئی ضرورت نہیں، تو ایسا شخص مرادِ نبوت سے محروم ہے، کیوں کہ نبی خدا کے عاشقوں کے لیے فرمارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہارے پاس بیٹھنے کا حکم دیا ہے اور اب میرا جینا مرنا بھی تمہارے ساتھ ہی ہوگا۔ لہٰذا اہل اللہ کے پاس رہنے اور صالحین کی صحبت اختیار کرنے کو اتنی بڑی نعمت سمجھنا چاہیے کہ گویا جنت آسمان سے زمین پر آگئی۔ اس پر میرا ایک شعر ہے ؎

میسر چوں مرا صحبت بجانِ عاشقاں آید
ہمیں بینم کہ جنت بر زمیں از آسماں آید

اللہ والوں کی محبت اس حدیث کی رو سے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادِ نبوت کی رو سے نعمتِ عظمیٰ ثابت ہوتی ہے، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نبی ہو کر خدا کے عاشقوں کے لیے فرمارہے ہیں کہ میرا مرنا جینا ان کے ساتھ ہوگا۔ اس کو غور سے سمجھیے کہ اہل اللہ کی صحبت کتنی قیمتی چیز ہے۔ حدیث کے اس مضمون کو میں نے اپنے شعر میں پیش کیا ہے ؎

مری زندگی کا حاصل مری زیست کا سہارا
ترے عاشقوں میں جینا ترے عاشقوں میں مرنا

مجھے کچھ خبر نہیں تھی ترا درد کیا ہے یارب
ترے عاشقوں سے سیکھا ترے سنگِ در پہ مرنا

یعنی ہم نے اللہ تعالیٰ پر مرنا کہاں سے سیکھا ہے؟ جو اللہ پر فدا تھے ان کی صحبتوں سے ہمیں اللہ پر مرنا آیا۔

دُنیا کی حقیقت

جو دنیا پر مر رہے ہیں تو انہیں اپنی قیمت، اپنی سلطنت کی قیمت، تخت و تاج کی قیمت،

اپنی بیویوں کی قیمت اور اپنے ٹیلی فون اور قالینوں کی قیمت اس وقت معلوم ہو گی، جب لباس اُتار دیا جائے گا اور خالی کفن میں لپیٹ کر قبروں میں ڈال دیا جائے گا۔ دیکھیے! جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو ننگا آتا ہے اور جب جاتا ہے تو کفن لے کر جاتا ہے، کیوں کہ جب اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا تھا تو وہ چھوٹا تھا، غیر مُکلَّف تھا، اس لیے ننگا پیدا کیا، اس وقت لباس کی ضرورت نہیں تھی لیکن اب جبکہ وہ بڑا ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اکرام فرمایا کہ چوں کہ میرے پاس بڑے ہو کر آرہے ہو، اس لیے کفن میں لپٹ کر آؤ۔ آئے ننگے، گئے کفن میں لپٹ کر۔ پوچھو اُن سے کہ آج اس کفن کے علاوہ اور کیا لے گئے؟ کاش کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنی رحمت سے اتار دیں۔

جن لوگوں نے اپنی آنکھوں سے زندگی میں بدنظری کی، تو مرنے کے بعد قبروں میں آنکھوں کو ہزاروں کیڑے کھاجائیں گے اور جن کانوں سے آج گانے سنے جارہے ہیں اُن کانوں کو بھی ہزارہا کیڑے کھا کر ختم کردیں گے۔ مظاہر حق میں لکھا ہے کہ گرمیوں میں چوبیس (۲۴) گھنٹے کے بعد اور سردیوں میں بہتر (۷۲) گھنٹے کے بعد لاش پھٹ جاتی ہے۔ کیا ہر وقت کی تیل کنگھی میں پڑے ہوئے ہو؟ سنت سمجھ کر تو تیل کنگھی کیجیے، لیکن دل کو ہر وقت اسی ہی میں نہ اٹکائے رکھیے۔ تو میں کہہ رہا تھا کہ اہل اللہ کی صحبتوں سے ہی اللہ تعالیٰ پر مرنا اور دین پر چلنا آتا ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں؎

تنہا نہ چل سکیں گے محبت کی راہ میں
میں چل رہا ہوں آپ مرے ساتھ آئیے

شیخ سے تعلق کی مثال

ایک مرتبہ ٹنڈوجام کی زرعی یونیورسٹی میں مجھ کو دیسی آم کو لنگڑا آم بنانا دکھایا گیا۔ سائنس دانوں نے لنگڑے آم کی قلم دیسی آم میں لگائی اور کَس کے پٹی باندھ دی اور مجھے بتایا کہ ہم سائنسی طریقے سے دیسی آم کو لنگڑا آم بنارہے ہیں۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ پٹی اتنی کس کے کیوں باندھی ہے؟ کہا کہ اگر تعلق میں ذرا سا بھی ڈھیلا پن ہو گا تو لنگڑے آم کی صحبت دیسی آم میں نہیں ہو گی، یعنی لنگڑے آم کا دیسی آم میں انتقالِ نسبت نہیں ہو گا۔ اسی طرح شیخ اور مربی سے تعلق جتنا زیادہ قوی ہوتا ہے، شیخ کی نسبت اتنی ہی زیادہ منتقل ہوتی ہے، یہاں

تک کے شیخ کی آہ، اس کی مناجات، اس کا درد بھرا دل، اس کے آنسو، سارے کے سارے مرید اور طالب میں منتقل ہو جاتے ہیں۔

اللہ والوں کے ساتھ رہنے کی مدّت

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں صحبتِ صالحین کے ساتھ ساتھ مجاہدہ کی قید بھی لگائی ہے۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ[۶] کی تفسیر کے ذیل میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال قائم کرتے ہیں کہ یہ جو حکم ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ رہو، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے ساتھ کتنا رہو؟ پھر اس کا جواب بھی دیتے ہیں کہ اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو لِتَكُوۡنُوۡا مِثۡلَهُمۡ[۷] کہ تم بھی ان ہی جیسے ہو جاؤ، یعنی تمہاری عادات، عبادات اور تقویٰ سب اللہ والوں جیسا ہو جائے۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمہ اللہ نے پندرہ جلدوں میں قرآنِ پاک کی تفسیر لکھی ہے۔ بغداد کے رہنے والے تھے اور وہاں کے مفتی بھی تھے۔ طالب علمی کے زمانے میں اتنے غریب تھے کہ چاند کی روشنی میں پڑھا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ

كُنۡتُ اُطَالِعُ الۡكُتُبَ فِیۡ ضَوۡءِ الۡقَمَرِ

میں چاند کی روشنی میں مطالعہ کیا کرتا تھا اور امیروں کے بچے مجھ پر ہنستے تھے، وہ گھوڑوں پر بیٹھ کر سواری کرتے تھے اور میرا مذاق اُڑاتے تھے کہ یہ کیا مُلّا بیٹھا ہوا پڑھ رہا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ سے روح المعانی لکھوائی تو ان ہی لڑکوں نے مجھے سلام کیا اور میری جوتیاں سر پر رکھیں۔ جب انہوں نے حضرت یونس علیہ السلام کے قصّے کی تفسیر لکھی تو فرماتے ہیں کہ میں نے اُس دریا کا سفر کیا جس دریا میں مچھلی نے حضرت یونس علیہ السلام کو نگلا تھا، میں نے اس دریا کی سیر کی اور اس بات کا مشاہدہ کیا کہ یہاں اتنی بڑی بڑی مچھلیاں ہوتی ہیں جو انسان کو نگل سکتی ہیں۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ان اللہ والوں نے دین کے لیے کتنی محنتیں کی ہیں۔

---

[۶] التوبۃ:۱۱۹

[۷] روح المعانی:۱۱/۵۶،التوبۃ(۱۱۹)،دار احیاء التراث،بیروت

صحبتِ اہل اللہ اور مجاہدہ کی تمثیل

جس طریقے سے تلّی کا تیل روغنِ گل بنتا ہے ایسے ہی انسان اللہ والا بنتا ہے۔ حضرت شیخ پھولپوری صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اگر تلّی کو صرف مجاہدہ سے گزارا جائے یعنی کولہو میں پیلا جائے تو صرف تلّی کا تیل ہی نکلے گا، اس مجاہدے سے اس کی قیمت نہیں بڑھے گی، لیکن جب گلاب کے پھول میں اس کو بسا دیا جائے تو پھر گلاب کا تیل بن جاتا ہے۔ تلّی پر دو مجاہدے گزارے جاتے ہیں، شروع شروع میں پہلے تو اس کو رگڑتے ہیں اور اس کی بھوسی چھڑاتے ہیں یہاں تک کہ ساری بھوسی چھوٹ جاتی ہے اور ایک ہلکی سی جھلی رہ جاتی ہے جس سے تیل جھلکتا ہے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ کو جون پور میں جہاں روغنِ چنبیلی اور روغنِ گل بنتا تھا، کارخانے میں لے جاکر دکھایا کہ دیکھو! یہ تلّی ہے، اس کو رگڑ رگڑ کر اس کی بھوسی چھڑائی گئی ہے، یہاں تک کہ ایک ہلکی سی جھلّی رہ گئی جس سے تیل جھلک رہا ہے، اب اس کو کسی پھول میں رکھیں گے، پھر دوسری جگہ لے جاکر دکھایا جہاں اس تلّی پر تہہ بہ تہہ چنبیلی کے پھول رکھے ہوئے تھے اور کہیں گلاب کے پھول تہہ بہ تہہ تھے۔ پھر فرمایا کہ اب جب تلّی پھول کی خوشبو کو خوب جذب کرلیتی ہے تو اس کو کولہو میں پیلا جاتا ہے، تو اب روغنِ گل اور روغنِ چنبیلی نکلے گا۔ اب اس کا نام بدل جائے گا، کام بدل جائے گا، دام بدل جائے گا، اب تلّی کا تیل روغنِ گل بن گیا ہے یا روغنِ چنبیلی بن گیا ہے، اب قیمتی ہو گیا ہے۔ بتایئے! اگر تلّی ہمیشہ مجاہدہ کرتی رہے، لیکن اُس کو گلاب کی صحبت نصیب نہ ہو تو کیا وہ روغنِ گل بن سکتی ہے؟ چنبیلی کی صحبت نصیب نہ ہو تو کیا روغنِ چنبیلی بن سکتی ہے؟ معلوم ہوا کہ صحبت بھی ضروری ہے اور مجاہدہ بھی ضروری ہے۔ میرے شیخ فرماتے تھے کہ سلوک میں دونوں چیزوں کی ضرورت ہے، جتنا اللہ والوں کی صحبت ضروری ہے، اتنا ہی مجاہدہ بھی ضروری ہے۔ اگر تلّی کا تیل اپنے موٹے موٹے چھلکوں کے ساتھ گلاب کی صحبت میں رہے تو اس میں جذبِ فیض نہیں ہو گا، پھول کا اثر نہیں آئے گا۔ بالکل اسی طرح مشائخ بھی شروع شروع میں مجاہدے کراتے ہیں، اس سے قلب میں جذبِ فیض کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے، پھر اللہ والے کی صحبت کا پورا اثر طالب کے قلب میں منتقل ہو جاتا ہے۔ جیسا پھول

ہو گا ویسا ہی اُس کا اثر آئے گا۔ نبی کا پھول ہے تو صحابی بنے گا، صحابی کے پھول سے تابعی بنے گا، تابعی کے پھول سے تبع تابعی بنے گا، بس پھول دیکھنا ہے کہ کیسا ہے۔ پھول دیکھنے میں ذرا کوشش کرنی چاہیے کہ اعلیٰ درجے کا پھول ہو، ورنہ اگر گھٹیا درجے کا پھول ہو گا تو تلّی کے تیل کے اندر خوشبو بھی گھٹیا آئے گی، لہٰذا اللہ والا، بھی تیز خوشبو والا ہر دم تازہ دم گلاب کی طرح کا ڈھونڈو، جو اللہ تعالیٰ کے عشق و محبت اور تقویٰ سے معطر ہو اور اس میں گناہوں کی ظلمات نہ ہوں تو ان شاء اللہ اس کی صحبت میں مجاہدے سے کام بن جائے گا۔

مجاہدے کی اہمیت اور اس کی قسمیں

مجاہدے کی چار قسمیں ہیں لوگوں کو سمجھانے کے لیے۔ کُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ کی آیت پر علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے اشکال قائم کیا کہ اللہ والوں کے ساتھ کتنا رہو؟ پھر خود ہی اس اشکال کو حل کرتے ہیں کہ خَالِطُوۡھُمۡ لِتَکُوۡنُوۡا مِثۡلَھُمۡ یعنی اللہ والوں کے ساتھ اتنا رہو کہ ان جیسے ہی ہو جاؤ، اتنا ساتھ رہو کہ تمہارا نالہ وفریاد شیخ کے نالہ وفریاد جیسا ہو جائے اور تمہاری اشکبار آنکھیں شیخ کی اشکبار آنکھوں جیسی ہو جائیں۔

کس طرح فریاد کرتے ہیں بتا دو قاعدہ
اے اسیرانِ قفس میں نوگرفتاروں میں ہوں

بس سمجھ لو کہ مجاہدہ بہت ضروری ہے۔ جو مجاہدے سے گریز کرے گا اُس کی محرومی کا کیا کہنا، اس پر جتنا رویا جائے کم ہے۔ مجاہدہ نام ہے ہمت، عمل اور گناہوں سے بچنے کی مشقت برداشت کرنے کا، لیکن یہ توفیق پیدا ہوتی ہے اللہ تعالیٰ سے مانگنے سے۔ اللہ سے رو رو کر مانگے اور بزرگوں سے دعا بھی کرائے اور جتنی ہمت موجود ہے خود بھی استعمال کرے۔ جتنی ہمت اس کو عطا ہے اس کو استعمال نہ کرنا نعمت کی ناشکری کے عذاب میں مبتلا ہونا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندے کو گناہ چھوڑنے کی ہمت دی ہے، اگر وہ اس ہمت کو تقویٰ کے لیے استعمال نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب آتا ہے، کیوں کہ لَئِنۡ شَکَرۡتُمۡ لَاَزِیۡدَنَّکُمۡ میں اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اگر تم ہمت کی نعمت کو استعمال کرتے، تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرماتا اور

وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ[۸] اگر تم نے ہمت نہ کی اور اس نعمت کی ناشکری کی اور ہمت کو بجائے تقویٰ میں استعمال کرنے کے نفس میں حرام لذتوں کی درآمد شروع کردی تو پھر اللہ کے عذاب کے منتظر رہو۔

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جو ہمت دی ہے اس کو استعمال کرو اور پھر اللہ تعالیٰ سے توفیق بھی مانگو کہ اے خدا! آپ نے ہمیں جو ہمت اور طاقت دی ہے اس کو استعمال کرنے کی توفیق بھی عطا فرمادیں تاکہ ہم جان دے دیں مگر آپ کو ناراض نہ کریں، ایک سانس بھی ہم آپ کو ناراض نہ کریں۔ اے اللہ! ہماری زندگی کی کوئی سانس بھی آپ کی ناراضگی میں نہ گزرے۔ اور دوسری دعا یہ ہے کہ اے اللہ! میرے قلب کو اور میری جان کو اپنی ذات پاک کے ساتھ اس طرح چپکا لیجیے کہ سارا عالم، ساری کائنات ہم کو آپ سے ایک اعشاریہ، ایک بال برابر بھی الگ نہ کرسکے۔

مجاہدہ کی پہلی قسم

وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا[۹] کی اس آیت سے مجاہدہ کی چار تفسیروں میں سے پہلی تفسیر ہے:

اَلَّذِيْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِي ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا

یعنی جو مجھ کو خوش کرنے کے لیے ہر قسم کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ تفسیر میں علامہ آلوسی رحمہ اللہ مَرْضَاتِ لائے یعنی مجھے خوش رکھنے کے لیے مشقتیں برداشت کرتے ہیں، یہ نہیں کہ ایک دفعہ تو خوش کردیا پھر سینما اور وی سی آر دیکھ رہے ہیں۔ مَرْضَاتِ جمع ہے یعنی ہماری خوشیوں کو تلاش کرتے ہیں اور اس میں مشقتیں اٹھاتے ہیں کہ میں کس بات سے خوش اور کس بات سے ناراض ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اپنی خوشیوں کو پامال کرتے ہیں۔

نہ دیکھا جائے گا خونِ تمنا اپنی آنکھوں سے
مگر تیرے لیے جانِ تمنا یہ بھی دیکھیں گے

۸۔ ابرٰھیم:۷
۹۔ العنکبوت:۶۹

یعنی جو لوگ آپ کو خوش رکھتے ہیں، وہ اپنی تمناؤں کا خون اپنی آنکھوں سے ہوتا دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت لذت رکھی ہے۔

اللہ کی راہ کے غم کی عظمت

کسی گناہ کو چھوڑنے میں کوئی غم پیدا ہو تو چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ، مسجد چلے جاؤ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ آج مجھے آپ کی راہ میں کانٹا لگا ہے، جو ساری دنیا کے پھولوں سے افضل ہے۔ جب کبھی گناہ چھوڑنے میں غم محسوس ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اے اللہ! یہ غم آپ کے راستے کا ہے جو ساری دنیا کی خوشیوں سے افضل ہے۔

نشود نصیبِ دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سرِ دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

تیری راہ میں غم کا جو یہ کانٹا دل میں چبھا ہے، اگر ساری دنیا کے پھول اس کو سلامی پیش کریں، گارڈ آف آنر دیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے راستے کے کانٹے کی عظمتوں کا حق ادا نہیں کرسکتے۔

دعوتِ گناہ کو ٹھکرانے پر سایۂ عرش کی بشارت

کسی حسین سے فرار اختیار کرنے سے یا اس گناہ سے بچنے میں اگر کوئی غم آجائے خصوصاً جب وہ حسین راضی بھی ہو، تو بخاری شریف کی حدیث کی رو سے ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائیں گے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ کوئی عورت کسی مرد کو بُرائی کے لیے بلائے اور وہ عورت صاحبِ جمال اور صاحبِ منصب بھی ہے دَعَتْهُ اِمْرَأَةٌ ذَاتُ مَنْصَبٍ وَجَمَالٍ یعنی وہ عورت جو اعلیٰ حسب نسب والی، شریف خاندان کی اور صاحبِ جمال ہو، اپنی طرف بلاتی ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ اِلٰی نَفْسِهَا وہ بُرائی کے لیے بلاتی ہے لیکن وہ مرد کہے کہ اِنِّیْۤ اَخَافُ اللهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ[1] میں اللہ سے ڈرتا ہوں جو ربّ العالمین ہے تو قیامت کے دن اس کو عرش کا سایہ ملے گا۔

---

[1] صحیح البخاری: ۹۱/۱، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ، المکتبۃ المظہریۃ

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ دونوں محدثین لکھتے ہیں کہ عورتوں کو راضی کرنے اور اُن تک پہنچنے کے لیے ہزاروں مشقتیں کرنی پڑتی ہیں اور یہاں وہ خود بلا رہی ہے، یعنی اس کو مشقتِ وصل سے مستغنی کردیا، ایسے وقت میں جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہ چھوڑدے، تو یہ کمالِ تقویٰ اور خوف کے انتہائی مقامِ قرب پر فائز ہے، یہ شخص پورا ولی اللہ ہے۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ اسی طرح اگر کوئی بادشاہ کسی عورت کو بلائے دَعَاهَا الْمَلِكُ اور اس عورت نے کہہ دیا کہ اِنِّیْ اَخَافُ اللہَ میں اللہ سے ڈرتی ہوں باوجود اس کے کہ میں غریب ہوں تو اُس کو بھی یہی درجہ ملے گا۔ یہ شرح عمدۃ القاری کی ہے اور آخر میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ شَابٌّ جَمِیْلٌ دَعَاهُ الْمَلِكُ لِیَتَزَوَّجَ بِنْتَهٗ کسی حسین جوان کو بادشاہ نے بلایا تھا کہ اپنی بیٹی سے اس کی شادی کردے، لیکن اس نوجوان کو معلوم تھا کہ اس بادشاہ میں کچھ گندی عادتیں ہیں، یہ میرے حسن سے غلط فائدہ اٹھائے گا۔ فَخَافَ اَنْ یَّرْتَکِبَ مِنْهُ فَاحِشَةً وہ حسین نوجوان ڈر گیا کہ بادشاہ اس کے ساتھ کوئی بے حیائی اور گناہ کرے گا فَامْتَنَعَ فَقَالَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللہَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ[11] پس وہ منع کردے اور کہہ دے کہ میں اللہ ربّ العالمین سے ڈرتا ہوں، اگرچہ مجھے شادی بھی کرنی ہے اور مجھے دولت بھی چاہیے، مجھے معلوم ہے تو بیٹی بھی دے گا اور محل بھی دے گا، اور بیٹی کی راحت کے لیے تو شاہی انداز کی دولت بھی دے گا لیکن اس احتیاج کے باوجود وہ نوجوان اللہ سے ڈر کر گناہ سے بچتا ہے اور بادشاہ کی پیشکش کو ٹھکرادیتا ہے، تو علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ "عمدۃ القاری" شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو بھی عرش کا سایہ دے گا۔

تو مجاہدہ کی پہلی تفسیر ہوئی اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِی ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا جو بندے مجھ کو راضی کرنے کے لیے تکلیفیں اُٹھاتے ہیں اور یہ بھی نہیں کہتے کہ بڑی تکلیف ہوئی۔ ارے! تکلیف ہوئی تو خوشیاں مناؤ کہ اے خدا! یہ آپ کے راستے کا کانٹا ہے، ساری دنیا کے پھول بھی اگر اس کو سلامی پیش کردیں، تو آپ کی راہ کے کانٹوں کی عظمتوں کا حق وہ پھول

---

[11] فتح الباری للعسقلانی: ۲/۱۴۷، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلاۃ، دار المعرفۃ، بیروت

ادا نہیں کر سکتے۔ اے خدا! اس گناہ چھوڑنے پر جو غم ہوا، اگر ساری کائنات کی خوشیاں اس غم کو سلامی پیش کریں تو اس غم کی عظمت کا حق ادا نہیں کر سکتیں۔

گناہ کے بدلے قید خانہ قبول کرنے کا اعلانِ نبوت

دیکھو! حضرت یوسف علیہ السلام زبانِ نبوت سے اعلان کرتے ہیں کہ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ [۱۲] اے خدا! آپ کے راستے کا قید خانہ مجھے محبوب ہی نہیں احب ہے یعنی جس گناہ کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں، اس گناہ کے کرنے سے مجھے قید خانہ میں قید ہو جانا زیادہ محبوب ہے۔ یہاں پر ایک علمی اشکال ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یَدۡعُوۡنَنِیۡ جمع مؤنث کا صیغہ کیوں استعمال فرمایا، جس کے معنیٰ ہوئے کہ جس طرف یہ سب عورتیں مجھے بلا رہی ہیں جبکہ بلانے والی صرف زلیخا تھی۔ بیان القرآن میں حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ چوں کہ مصر کی تمام عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کو ورغلانے میں شامل تھیں اور چاہتی تھیں کہ یوسف علیہ السلام زلیخا کی تمنا پوری کر دیں تو چوں کہ ان عورتوں نے گناہ کی تائید و مدد کی، اِس لیے اللہ تعالیٰ نے زلیخا کے ساتھ ان مشورہ دینے والیوں کو بھی شامل کر لیا، اس لیے کہ گناہ کا مشورہ دینے والا اتنا ہی بڑا مجرم ہے جتنا بڑا مجرم خود اُس گناہ کا کرنے والا ہے۔ حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ یَدۡعُوۡنَ جمع کا صیغہ اس لیے نازل ہوا کہ زنانِ مصر نے حضرت یوسف علیہ السلام کو مشورہ دیا تھا اور ان سے سفارش کی تھی کہ زلیخا کی خواہش پوری کر دیجیے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ جس بُرائی کی طرف یہ عورتیں مجھے دعوت دے رہی ہیں، اس سے بہتر مجھے وہ قید خانہ ہے جس کی مجھے دھمکی دی گئی ہے۔ الٰہ آباد میں ۱۹۷۶ء میں میں نے اپنے ایک وعظ میں کہا کہ اس آیت سے اللہ تعالیٰ کی شان محبوبیت ظاہر ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کتنے پیارے ہیں کہ جن کی راہ کے قید خانے تک محبوب ہوں، تو اُن کی راہ کے گلستان کیسے ہوں گے؟ میری اس بات پر وہاں موجود ندوہ کے علماء بھی جھوم اُٹھے تھے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

---

[۱۲] یوسف: ۳۳

آں چنانش اُنس و مستی دادِ حق

حضرت یوسف علیہ السلام نے جب قید خانہ میں قدم رکھا، تو اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی محبت کا ایسا فیضان فرمایا، ان پر ایسی مستی اور ایسی کیفیت طاری کی اور اپنی ذات پاک کے ساتھ ایسا اُنس عطا فرمایا۔

کہ نہ زنداں یادش آمد نے غَسَق

ان کو نہ قید خانہ یاد آیا اور نہ ہی قید خانے کی تاریکی نظر آئی، انہیں پتا بھی نہیں چلا کہ میں قید خانے میں ہوں۔ دوستو! اگر اللہ تعالیٰ سے آج بھی تعلق جوڑ لو تو تمہارے غم خوشی بنا دیے جائیں گے۔

چوں او خواہد عینِ غم شادی شود
عین بند پائے آزادی شود

حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کلید مثنوی کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو غم کی عینِ ذات کو خوشی بنا دیتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ غم کے اسباب کو دور کر کے خوشی کے اسباب لائے جائیں، جیسے کہیں آگ لگی ہو تو اس کی گرمی سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے آگ بجھاؤ اس کے بعد ٹھنڈک پیدا ہو گی، لیکن اللہ تعالیٰ اس بات کے محتاج نہیں ہیں کہ پہلے آگ بجھائی جائے، وہ آگ ہی کو ٹھنڈک بنا دینے پر قادر ہیں۔ اللہ تعالیٰ آگ سے اُس کی گرمی سلب کر کے آگ ہی کو برف بنا دینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں عینیتِ مصطلحہ مراد ہے یعنی غم کی عینِ ذات کو اللہ تعالیٰ خوشی بنا دینے پر قادر ہیں، وہ غم کی ذات کو ہی خوشی کر دیتا ہے۔ دنیا والے تو پہلے غم دور کریں گے پھر خوشی لائیں گے، لیکن اللہ تعالیٰ غم کی ذات ہی کو خوشی بنا دیتا ہے۔ اس غم سے فرما دیتا ہے کہ اے غم! میرے اس بندے کے دل میں خوشی بن جا، تو وہی غم خوشی بن جاتا ہے۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی بہت بہترین شرح کی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ قہار ہے، قادرِ مطلق ہے اور محدثین نے قہار کی یہ شرح کی ہے **هُوَالَّذِیْ یَکُوْنُ لَهٗ کُلُّ شَیْءٍ مُسَخَّرًا تَحْتَ قَدْرِهٖ وَقَضَآئِهٖ وَقُدْرَتِهٖ** یعنی جس کی قضا و قدر اور قدرت کے تحت ہر شئ

مسخّر ہو، پس خوشی اور غم بھی اس کی قدرت کے تحت ہے، اس لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ وہ ذات ہے جو اپنی قدرتِ قاہرہ سے غم کو خوشی کر دیتا ہے۔

عین بندِ پائے آزادی شود

اور پاؤں کی بیڑی اور قید کو عین آزادی بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح ضرر پہنچانے والی چیز کو بے ضرر کر دیتے ہیں۔

دادہ من ایوب را مہرِ پدر
بہر مہمانئ کرماں بے ضرر

اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے دل میں ان کیڑوں کے لیے جو اُن کے جسم میں پڑ گئے تھے باپ جیسی محبت عطا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو حکم دیا کہ یہ کیڑے ہمارے مہمان ہیں، ان کی مہمانی کرو، یہ تم کو ضرر نہیں پہنچائیں گے اور کیڑوں کو حکم دیا کہ خبردار! کاٹنا مت، میں نے امتحان کے لیے تمہیں بھیجا ہے، تم ان کے مہمان ہو، کھاتے رہو، پیتے رہو اور اگر تم الگ ہو جاؤ گے تو ایوب علیہ السلام تمہیں ایسے تلاش کریں گے جیسے باپ بچے کو تلاش کرتا ہے، چناں چہ اگر کوئی کیڑا آپ علیہ السلام کے جسم سے دور ہو جاتا تھا تو آپ بے چین ہو جاتے تھے، جیسے اولاد کی جدائی سے باپ کا دل تڑپتا ہے، بس ایسے ہی آپ کا دل بھی مضطر رہتا تھا اور جب تک اسے پا نہ لیتے تھے بے چین رہتے تھے۔

حق تعالیٰ کی شانِ رحمت

دیکھیے! یہ مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے علوم ہیں اور دنیا والوں کے لیے فرمایا۔

مادراں را مہر من آموختم

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ماؤں کو محبت کرنا تو میں نے ہی سکھایا ہے۔ یہ ماں جو تمہیں پالتی ہے، تمہارا گو مُوت صاف کرتی ہے، راتوں کو سردیوں میں اپنے بستر پر خشک جگہ پر بچے کو سلاتی ہے اور جو جگہ بچے کے پیشاب سے گیلی ہو جاتی ہے اس جگہ خود سو جاتی ہے، بچے کو دست آرہے ہوں تو دس دفعہ اُٹھ کر اپنی پیاری نیند کو قربان کرتی ہے، ذرا بخار آگیا تو سردی میں کانپتی ہوئی ڈاکٹر

کے پاس لے جاتی ہے۔ماں کی اس محبت کے بارے میں مولانا رومی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ؎

مادراں را مہر من آموختم
چوں بود شمعے کہ من آفروختم

یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ہی ماؤں کو محبت کرنا سکھایا ہے اور ماؤں کی محبت میری ایک ادنیٰ سی بھیک ہے، تو اِسی سے اندازہ لگالو کہ میری محبت کا آفتاب کیسا ہو گا؟ تم ماؤں کی محبت پر ناز کرتے ہو اور ان کی محبت کو یاد کرتے ہو۔ ارے! امّاں ابّا سے زیادہ ربّا کو یاد کرو، کیوں کہ ماؤں کے دل میں محبت اللہ تعالیٰ نے ہی تو رکھی ہے۔ جب ماں کے اندر خدائے تعالیٰ کی رحمت کی ادنیٰ بھیک کا یہ اثر ہے، تو حق تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہیں ان کی رحمت کی کیا شان ہو گی!

شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر موضح القرآن میں لکھتے ہیں کہ عرشِ اعظم کے سامنے اللہ تعالیٰ نے یہ جملہ لکھوایا ہے:

سَبَقَتۡ رَحۡمَتِیۡ عَلٰی غَضَبِیۡ [۱۳]

یعنی میری رحمت میرے غضب سے بڑھ گئی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ جملہ لکھوانا از قبیلِ مراحم خسروانہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ شاہی رحم کے طور پر لکھوایا ہے تاکہ اگر میرا کوئی بندہ قانون کی رو سے نہ بخشا جائے، تو میں اپنے شاہی رحم سے اُس کو بخش دوں۔ کبھی کبھار اس مضمون کی دعا بھی کرلی جائے کہ اے خدا! اگر آپ نے مجھے جہنمی لکھا ہے اور میں واقعی جہنم کے قابل ہوں بھی، لیکن اس کے باوجود میں آپ سے شاہی رحم کی درخواست کرتا ہوں کیوں کہ میں قانون کی رو سے تو بخشے جانے کے قابل نہیں ہوں لیکن اے اللہ! آپ کا شاہی رحم قانون سے بالاتر ہے اور میں آپ کو آپ کے شاہی رحم کا واسطہ دے کر آپ سے آپ کے شاہی رحم کی درخواست کرتا ہوں کہ اپنے اس خاص رحم سے قیامت کے دن مجھے بخش دیجیے اور میری تقدیر بدل دیجیے اور تقدیر بدلنے کی آپ کو پوری قدرت حاصل ہے کیوں کہ قضا آپ کی محکوم ہے، آپ پر حاکم نہیں ہے۔ اگر آپ نے ہماری شامتِ اعمال سے ہمارے خلاف فیصلہ کر ہی دیا ہے تو بھی آپ کا فیصلہ اور آپ کی قضا آپ کی محکوم ہے، آپ پر حاکم نہیں ہے

---

[۱۳] صحیح البخاری:۲/۱۱۲۷، باب قولہ بل ھو قرآن مجید، المکتبة المظھریة

پس آپ اپنے رحم و کرم سے ہماری سوءِ قضا کو حسنِ قضا سے تبدیل فرما دیجیے۔ (آمین)

مجاہدہ کی پہلی تفسیر ہے:

اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِی ابْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا

یعنی جو ہماری رضا اور ہماری خوشیوں کو تلاش کرنے میں مشقت اٹھاتے ہیں۔

مجاہدہ کی دوسری قسم

دوسری تفسیر ہے:

اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّةَ فِیْ نُصْرَةِ دِیْنِنَا

جو ہمارے دین کو پھیلانے میں نصرت کرتے ہیں۔ بعض لوگ تنہائی میں بڑی عبادت کرتے ہیں لیکن دین کی اشاعت میں مدد نہیں کرتے، جیسے ہم لوگ صیانۃ المسلمین کے جلسے پر آئے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے ہم نے دین کے اجتماع میں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھادی۔ حدیث شریف میں آتا ہے مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ[۱۴] یعنی جو کسی قوم کی تعداد بڑھائے گا اس کا شمار ان ہی میں سے ہوگا، لہٰذا یہ بھی ایک قسم کی نصرت ہے۔ جن کے پاس مال ہے وہ مال خرچ کریں، جن کے پاس جان ہے وہ جان خرچ کریں، جن کے پاس علم ہے وہ علم خرچ کریں اور جن کے پاس یہ سب چیزیں ہیں وہ یہ سب خرچ کریں۔

حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم نے فرمایا کہ مولوی حضرات کو بھی خیرات کرنا چاہیے، چاہے ایک دو روپیہ ہی کیوں نہ ہو، اگر ایک ہزار روپیہ تنخواہ ہے تو ایک روپیہ تو دے سکتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں دینے کی عادت توڑالو، ہمیشہ لیتے ہی رہنے سے عادت بگڑ جاتی ہے۔ مولوی روپیہ لینا تو جانتا ہے دینا نہیں جانتا۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ مولوی صاحب دوسروں کی چائے تو پیتے ہیں اور جزاک اللہ کہہ کر چلے آتے ہیں اور جب ان کے یہاں جاؤ تو کچھ بھی نہیں کھلاتے پلاتے جبکہ معاملہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بھی نبی کو بخیل نہیں بنایا۔

---

[۱۴] کنز العمال: ۲۲/۹ (۲۴۷۳۵)، باب فی الترغیب فیھا من کتاب الصحبۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ایک کافر کی میزبانی کا واقعہ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دستر خوان ہمیشہ وسیع رہتا تھا، کھانے کے لیے مہمانوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر لاتے تھے، یہاں تک کہ ایک مرتبہ کوئی مسلمان نہیں ملا، تو ایک مشرک کو لے آئے اور اس سے کھانے کو کہا، اس کے بعد اس سے کہا کہ تمہارا اسلام لانے کو جی چاہتا ہے؟ بس یہ سنتے ہی وہ کھانا چھوڑ کر بھاگ گیا۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں اور امام فخر الدین رازی رحمہما اللہ تعالیٰ تفسیرِ کبیر میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ اے ابراہیم خلیل اللہ! یہ ستر سال کا کافر ہے، میں ستر سال سے اسے اس حالتِ کفر میں روٹی کھلا رہا ہوں، آپ نے اس کو ایک وقت کا کھانا کھلایا، ابھی ایک لقمہ بھی نہ کھانے پایا تھا کہ اس سے اسلام قبول کرنے کی باتیں کرنے لگے، اتنی جلد بازی نہ کیجیے، میں ستر سال سے اس کی بغاوت کے باوجود اسے روٹی دے رہا ہوں، لہٰذا جائیے اور اس کو منا کر لائیے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے اور کہا کہ چلو کھانا کھالو، اب میں تم سے اسلام کی بات ہی نہیں کروں گا، کیوں کہ تمہاری وجہ سے اللہ تعالیٰ مجھ سے ناراض ہوگئے۔ اس نے کہا مجھ جیسے نالائق دشمن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل پر عتاب کیا، میں ایسے کریم اللہ پر ایمان لاتا ہوں۔

خُلَّت کی تعریف

مفسرین نے خُلَّت کی تعریف کی ہے:

اِنَّ الْمَحَبَّةَ اِذَا اشْتَدَّتْ وَدَخَلَتْ فِیْ خِلَالِ اَجْزَاءِ الْقَلْبِ

جب محبت شدید ہو جائے اور قلب کے جز جز میں داخل ہو جائے تو اس کا نام خُلَّت ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خُلَّت کا واقعہ

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلت کے واقعات پر مفسرین نے لکھا ہے کہ ایک فرشتے نے کہا کہ یا اللہ! یہ کیسے معلوم ہو کہ ابراہیم علیہ السلام آپ کے خلیل ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جاؤ اور ان کے سامنے جا کر بس میرا نام لے دینا۔ اس واقعے کو علامہ آلوسی اور امام رازی رحمہما اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے:

فَجَاءَ مَلَكٌ فِيْ صُوْرَةِ بَشَرٍ

پس انسان کی شکل میں فرشتہ آ گیا اور حکمِ الٰہی سے اس نے اللہ کا نام لیا اور کہا اللہ نہ جانے کس محبت سے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تڑپ گئے اور فرمایا کہ قُلْ مَرَّةً ثَانِيَةً دوسری دفعہ بھی میرے اللہ کا نام لو۔ اس نے کہا لَا اَذْكُرُ اللهَ مَجَّانًا اب میں مفت میں نہیں کہوں گا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا لَكَ مَالِيْ كُلُّهٗ جا میرا جتنا مال ہے اونٹ کا ریوڑ، گائے کا ریوڑ، بکریوں کا ریوڑ اور سارا جنگل سب کا سب تیرا ہے۔ پھر اس نے ایک دفعہ اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دفعہ اور اللہ کا نام لو۔ جیسے جیسے وہ اللہ کہہ رہا تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شوق و اشتیاق اور بڑھ رہا تھا۔ اب کی دفعہ اس فرشتے نے پھر کہا لَا اَذْكُرُ اللهَ مَجَّانًا میں مفت میں اللہ کا نام نہیں لوں گا، تو فرمایا: لَكَ اَوْلَادِيْ كُلُّهٗ میری ساری اولاد تیری ہے۔ اس وقت فرشتے نے کہا کہ میں فرشتہ ہوں، مجھے آپ کا مال اور اولاد نہیں چاہیے اِنَّمَا كَانَ الْمَقْصُوْدُ اِمْتِحَانَكَ میرا مقصد آپ کا امتحان لینا تھا، لہٰذا آج سے آپ اللہ کے خلیل ہو گئے۔ فَلَمَّا بَذَلَ اِبْرٰهِيْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَالَهٗ وَاَوْلَادَهٗ فِيْ سِمَاعِ ذِكْرِ اللهِ فَنَزَلَ هٰذِهِ الْاٰيَةُ: وَاتَّخَذَ اللهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا[۱۵] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے خُلّت سے نوازا۔

راہِ حق میں مال خرچ کرنے کی برکات

اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی بخیل نہیں ہوا، بخل اور نبوت میں تضاد ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ بھی بخیل نہیں ہوتے، بخل کے ساتھ ولایت جمع نہیں ہو سکتی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس مرید پر قبض طاری ہو جائے اور عبادت میں مزہ نہ آئے، تو اس سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کراؤ، جب خرچ کرے گا تو طہارت و تزکیۂ نفس حاصل ہو جائے گا۔ اس کی دلیل سورۂ توبہ کی یہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً اے نبی! آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ قبول فرما لیا کیجیے تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا تاکہ

[۱۵] التفسیر الکبیر: ۱۱/۶۰، النساء (۱۲۵)، دار الفکر للنشر والتوزیع

اس کے ذریعے آپ ان کو پاک کردیں اور تزکیہ فرمادیں۔ معلوم ہوا کہ مال خرچ کرنے کو تزکیہ میں بہت دخل ہے۔ **وَ صَلِّ عَلَیۡهِمۡ** اور ان کو دعا دیجیے **اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمۡ**[۱۶] کیوں کہ آپ کی دعاؤں سے ان کو سکون ملتا ہے۔

حضرت علامہ آلوسی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر روح المعانی میں لکھتے ہیں کہ نبی کو حکم ہورہا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں مال دے اس کے لیے آپ دعا کریں، لہٰذا جملہ مہتممین کے لیے بھی مستحب ہے کہ مال دینے والوں کے لیے یہ دعا کریں کہ **اٰجَرَكَ اللهُ فِیۡمَاۤ اَعۡطَیۡتَ** جو کچھ تو نے اللہ کے راستے میں دیا ہے اللہ تجھے اس کا اجر عطا کرے، ثواب عطا فرمائے۔ اس میں قبولیت کی دعا بھی آگئی، کیوں کہ جب قبول ہوگا تب ہی تو ثواب ملے گا اور **وَبَارَكَ اللهُ فِیۡمَاۤ اَبۡقَیۡتَ** جو مال تیرا باقی رہ گیا ہے اللہ اس میں برکت عطا فرمائے **وَجَعَلَ اللهُ تَعَالٰی هٰذَا الۡاِنۡفَاقَ طَهُوۡرًا لَّكَ وَتَزۡكِیَةً لِّنَفۡسِكَ**[۱۷] اور تیرے اس خرچ کو اللہ تعالیٰ تیری اصلاحِ نفس کا ذریعہ بنادے۔

جب میری مسجد کی تعمیر جاری تھی تو ایک دوست کو جدہ میں میں نے یہ دعا لکھ دی۔ چند دن بعد ان کا خط آیا کہ اتنی رقم میری بیوی بھیج رہی ہے، یہ تینوں دعائیں اس کو بھی لکھ دیجیے، کیوں کہ یہ دعا سن کر وہ تڑپ گئی کہ یہ دعا مجھے کیوں نہیں دلوائی؟ اس کے پندرہ دن بعد دوسرا خط آیا کہ میری بیوی کی بہن کہہ رہی ہے کہ میری رقم بھی مسجد میں لگائیں اور تینوں دعائیں مجھے بھی لکھ دیں۔ یہ قرآن و حدیث کی تفسیروں پر عمل کی برکت ہے۔

مجاہدہ کی دوسری تفسیر یہ ہے کہ دین کی نصرت میں مشقت اُٹھائے، تاکہ دین پھیلے اور اپنے ہر مسلمان بھائی کو اللہ والا بنانے کی کوشش کرے، اگر یہ جذبہ نہیں تو سمجھ لو! ابھی کمی ہے۔

بن کے دیوانہ کریں گے خلق کو دیوانہ ہم
برسرِ منبر سنائیں گے ترا افسانہ ہم

میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ جب تقریر کرتے تھے اور کبھی جب زیادہ جوش ہوتا تھا تو اس شعر سے افتتاح کرتے تھے۔

[۱۶] التوبة:۱۰۳

[۱۷] روح المعانی:۱۴/۱۱(۶۴) التوبة(۱۰۳)، دار احیاء التراث، بیروت

کہاں تک ضبطِ بے تابی کہاں تک پاسِ بدنامی
کلیجہ تھام لو یارو کہ ہم فریاد کرتے ہیں

دعوت اِلی اللہ کا مقام

یہ ہے مقامِ دعوت۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک لڑکی نے اپنی ساس سے کہا کہ اماں جی! جب میرے بچہ پیدا ہو تو مجھ کو جگا دینا۔ ساس نے کہا بیٹی! جب تیرے بچہ ہو گا تو تو خود سارے محلے کو جگائے گی، تجھے جگانا نہیں پڑے گا۔ حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ جب اللہ تعالیٰ کی محبت کا اتنا دردِ عظیم پیدا ہو جائے کہ بغیر اللہ تعالیٰ کے وہ چین نہ پائے جب تک ان کا نام نہ لے لے، جب تک ان کا ذِکر نہ کرے، جب تک اللہ تعالیٰ کا ذِکر اس کی زندگی کی اساس اور بنیاد اور ستون نہ بن جائے کہ بغیر اللہ کو یاد کیے اس کو اپنی زندگی بے کیف معلوم ہو، جیسے دال کے بغیر ابلے ہوئے چاول۔ جب سالن نہ ہو تو ابلے ہوئے چاول کیسے لگتے ہیں؟ نگلنا مشکل ہوتا ہے۔ جب تک یہ حال نہ ہو تو سمجھو کہ ابھی اللہ کی محبت کا ذرّہ بھی نہیں ملا۔ ایک مجذوب پر قبضِ باطنی طاری ہوا اور عبادت کی مٹھاس اس سے چھین لی گئی، تو وہ جنگل میں جا کر رو رہا تھا اور اللہ میاں سے یوں کہہ رہا تھا کہ ”دلیا بنا بھتوا، اداس موری سیجی“ یعنی میری زندگی بے کیف ہے۔ یہ پورب کی بولی ہے، تعبیر کے لیے ہر شخص کو اپنی زبان میں مانگنے کا حق حاصل ہے۔ پشتو میں اللہ تعالیٰ سے مانگو، اُردو میں مانگو جس زبان میں چاہو مانگ سکتے ہو، اللہ تعالیٰ تو ہر زبان کا خالق ہے۔

(یہاں پر حضرت والا نے بیان کے درمیان فرمایا کہ) اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ریل گاڑی ہمارے لیے مدرسہ بن گئی ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے۔ میں اپنے مالک کے اس کرم کا بے حد ممنون ہوں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے اتنے کان عطا فرمائے، اگر اکیلا بیٹھا رہتا اور کان نہ ہوتے تو زبان کیا کرتی۔

ہم بات کریں گے جو کوئی کان ملے گا

یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اتنے کان میری زبان کی طرف متوجہ ہیں۔

خلقے پسِ دیوانہ و دیوانہ بکارے

مجاہدہ کی تیسری قسم

تو مجاہدہ کی تیسری تفسیر ہے:

اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِی امْتِثَالِ اَوَامِرِنَا

یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالانے میں تمام مشقتوں کو برداشت کرتے ہیں، یعنی جب نماز کا وقت آتا ہے نماز ادا کرتے ہیں، جب رمضان کا زمانہ آتا ہے روزے رکھتے ہیں، حج فرض ہوتا ہے حج ادا کرتے ہیں، زکوٰۃ فرض ہوتی ہے تو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ غرض اللہ تعالیٰ کا ہر حکم بجالاتے ہیں، اللہ کے ہر حکم بجالانے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں اور اس کے لیے ہر مشقت اور ہر تکلیف کو برداشت کرتے ہیں۔ مجاہدہ کی تین تفسیریں بیان ہو گئیں:

۱) اِبْتِغَاءِ مَرْضَاتِنَا ۲) نُصْرَۃِ دِیْنِنَا ۳) اِمْتِثَالِ اَوَامِرِنَا

مجاہدہ کی چوتھی قسم

اور چوتھی تفسیر ہے:

اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِی الْاِنْتِهَاءِ عَنْ مَّنَاهِیْنَا[۱۸]

اور میری نافرمانیوں سے بچتے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ چوتھا مسئلہ جو ہے یہ بہت کڑوا ہے۔ بعض لوگ تینوں کام کرتے ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ کی خوشی کو بھی تلاش کر رہے ہیں، وظیفہ، تہجد، نوافل یہاں تک کہ کعبہ کے ملتزم پر بھی رو رہے ہیں، لیکن جب اللہ کے گھر سے اپنے گھر واپس آتے ہیں، تو اسی وقت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی شروع کر دیتے ہیں۔ ارے! لگام تو کس کر رکھو۔ جو شخص اپنے گھوڑے کی لگام ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے، گھر سے نکلتے ہی سوچتا ہے کہ آج حسینوں کو دیکھیں گے، اس کے معنیٰ ہیں کہ نفس کے گھوڑے کی لگام ڈھیلی چھوڑ دی۔ گھر سے نکلنے سے پہلے باوضو ہو کر دو رکعات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ شہر جا رہا ہوں، اے خدا! میری آنکھوں کی حفاظت فرمائیے، اُن باتوں سے جن سے آپ کا غضب بندوں پر حلال ہوتا

---

۱۸ التفسیر المظہری:۸/۹۵، العنکبوت(۶۹)، بلوجستان بك دبو

ہے مجھے بچائیے، میرا کوئی لمحہ، کوئی سانس آپ کی نافرمانی میں نہ گزرے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ واللہ! اگر کسی کے دل میں یہ جذبہ بیدار ہو جائے کہ ایک سانس بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں نہ گزرے، تو جنت کی حوروں سے اور جنت کی تمام نعمتوں سے زیادہ مٹھاس اس کو اللہ تعالیٰ کے نام میں ملے گی، کیوں کہ جنت اور اس کی نعمتیں بھیک ہیں اور جس کا نام لے رہا ہے وہ اللہ بھیک دینے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قُرب کے مزے کو یہ حوریں کیا جانیں؟ شاہ فضلِ رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا تھا کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میرے اللہ نے میرا پیار لے لیا۔ ماں بوسہ لے لے تو بچے کو مزہ آتا ہے یا نہیں؟ سجدہ میں چوں کہ بندے کا سر اللہ تعالیٰ کے قدموں میں ہوتا ہے، یہ حدیثِ پاک میں الفاظِ نبوت ہیں عَلٰی قَدَمَیِ الرَّحْمٰنِ سجدے کی حالت میں بندے کا سر اللہ تعالیٰ کے قدموں پر ہوتا ہے، تو اللہ والوں کو کیوں مزہ نہ آئے گا؟ ہماری سوچ میں اور اللہ والوں کی سوچ میں کتنا فرق ہوتا ہے۔ دیکھیے شاہ فضلِ رحمٰن صاحب تو یہ فرماتے تھے کہ جب میرے پاس حوریں آئیں گی، تو میں اُن سے کہوں گا کہ بی بی! قرآن سننا ہو تو بیٹھو، میں تلاوت کر رہا ہوں ورنہ اپنا راستہ لو اور ہم یہ سوچتے ہیں کہ؎

دُنیا سے مَر کے جب تم جنت کی طرف جانا
اے عاشقانِ صورت حوروں سے لپٹ جانا

یہ میرا شعر ہے۔ ہماری سوچ کی یہ ایک تصویر ہے، کیوں کہ ترسے ہوئے ہو، نگاہ بچا بچا کے تھکے ہوئے ہو، خستہ حال ہو، حسینوں کے لیے ترس رہے ہو، دل میں وسوسہ بھی آجاتا ہے کہ کاش شریعت کی پابندیاں نہ ہوتیں، کاش کہ ہم کھلے سانڈ ہوتے، ہر کھیت میں منہ ڈالتے۔ بولو! نفس یہ کہتا ہے کہ نہیں؟ اس شخص کا دل نہیں کہتا، روح نہیں کہتی، یہ نفس کی آواز ہے کہ کہاں سے یہ بلا پیچھے لگ گئی کہ اِدھر دیکھو اُدھر نہ دیکھو، لیکن اللہ تعالیٰ کا احسانِ عظیم ہے کہ ہم کو انہوں نے کھلا ہوا سانڈ نہیں بنایا۔ اگر سانڈ بناتے تو اتنے ڈنڈے سانڈ کو لگتے ہیں کہ پیٹھ پر کوئی حصہ سالم نہیں ہوتا، زخم ہی زخم ہوتے ہیں۔ سانڈ کے پیچھے کھیت والا ڈنڈا لے کر دوڑتا ہے، مار مار کر اس کی کھال کو زخمی کر دیتا ہے، مرنے لگتا ہے تو کوئی پوچھتا بھی نہیں، چیل،

کوّے اس کی لاش کھاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے نفس کو آزادی نہیں دی، بلکہ شریعت کا پابند کر کے ہمیں ڈنڈے کھانے اور ہر قسم کی ذلّت سے محفوظ فرمادیا، بس ہر گناہ میں نقصان ہی نقصان ہے۔

گناہوں سے بچنے کے مجاہدہ کا انعامِ عظیم

ماں باپ کسی مفید چیز سے اولاد کو منع نہیں کرتے۔ صاحبِ اولاد حضرات غور سے سنیں کہ کیا ماں باپ اپنی اولاد کو کسی مفید چیز سے منع کرتے ہیں؟ تو اللہ تعالیٰ جو ارحم الراحمین ہے، ماں باپ کی رحمت کا خالق ہے، جن چیزوں سے اُس نے منع فرمادیا اُن میں نفع اور فائدہ کا تصور کرنا بالکل جائز نہیں بلکہ یقیناً مضر ہے، جیسے پیچش لگی ہوئی ہے، لیکن کباب سے دل نہیں مان رہا، لیکن شفیق ڈاکٹر اور ماں باپ تو یہی کہیں گے کہ کباب نہ کھاؤ۔ اب گھر میں دس بچے ہیں اور ایک بچے کو پیچش لگی ہے، باقی سب کباب کھا رہے ہیں اور وہ اپنی امّاں سے ضد کر رہا ہے کہ امّاں! ہمیں کیوں کباب نہیں دیا اور رونے چلّانے لگا کہ ہم کباب کھائیں گے، ہم کباب کھائیں گے، ہم کباب کھائیں گے، تو امّاں گود میں اُٹھا کر اس کے آنسوؤں کو پونچھتی ہے اور کہتی ہے کہ چلّا مت، اچھا ہو جائے گا تو تجھے خوب کباب کھلادوں گی۔ اسے اپنی گود میں چمٹا لیتی ہے اور خود بھی رونے لگتی ہے کہ ہائے! میرا بیٹا تندرست ہوتا تو یہ بھی کباب کھاتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی محبت کی گود میں ایسے بندے کو اٹھا لیتے ہیں، کیوں کہ دیکھتے ہیں کہ ساری دنیا کے لوگ مزے لوٹ رہے ہیں، سینما، وی سی آر اور ٹی وی دیکھ رہے ہیں، لیکن یہ اپنے اللہ کے حکم پر، اپنے ربّ کو راضی کرنے کے لیے اپنی آنکھوں کو بچا رہا ہے۔ حق تعالیٰ کی رحمت بھی ایسے بندوں کو گود میں لے کر پیار لیتی ہے کہ دیکھو! یہ میرا بندہ میرے لیے غم اُٹھا رہا ہے، آنکھ ہوتے ہوئے بھی بے آنکھ ہو رہا ہے۔ اس وقت مجھے اپنا ایک شعر یاد آگیا؎

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے

جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

اگر خدا مادرزاد اندھا پیدا کرتا تو پھر دیکھتا کہ کون عورتوں سے بدنظری کرتا ہے؟ کون سینما

دیکھتا ہے؟ کون وی سی آر دیکھتا ہے؟ کون ننگی فلمیں دیکھتا ہے؟ آنکھوں کی روشنی کا کیا یہی شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کو استعمال کرو؟

روحِ سلوک

مجاہدہ کی یہ چوتھی تفسیر جو ہے یعنی گناہ چھوڑنا، یہ جان ہے سلوک و تصوف کی۔ سلوک میں جو لوگ رُکے ہوئے ہیں یعنی کولہو کے بیل کی طرح چکر کاٹ رہے ہیں۔ کولہو کا بیل جہاں سے چلتا ہے وہیں رہتا ہے۔ سلوک میں جتنے لوگوں کی ترقی رکی ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے، اللہ کی نسبتِ خاصّہ سے علیٰ سطح الولایۃ جو لوگ محروم ہیں، اگر تجزیہ کریں تو یہی چیز نکلے گی کہ گناہوں میں ابتلا ہے۔ اور گناہوں کی ظلمت اور نحوست کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو کا ادراک کیسے ہو سکتا ہے؟ دس ہزار روپیہ تولے کا ایک عطر ملتا ہے، اس کا نام ہے **دُهْنُ الْعُوْدِ** اسے بادشاہ اور بڑے بڑے مال دار ہی خریدتے ہیں، لیکن اتنا قیمتی عطر لگا کر اگر وہیں تھوڑا سا بلی کا گُو بھی لگا دے تو کیا عطر کی خوشبو آئے گی؟ اسی لیے جتنا زیادہ تقویٰ ہوگا اتنا ہی قلب میں اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو کا ادراک بڑھتا جائے گا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کی خوشبو زیادہ منکشف ہونے لگے گی، جب گناہوں کی نجاستوں سے بندہ پاک ہو جاتا ہے تب خوشبوئے محبت کا صحیح ادراک ہوتا ہے۔ دل کا سب سے بڑا مرض دل کو غیر اللہ کو دینا ہے، آنکھ سے آنکھ لڑانے میں دل مارا جاتا ہے۔ سہارن پور کے ایک عالم محدث نے اپنے بیان میں کہا کہ آنکھ سے آنکھ لڑتی ہے، تو لڑائی تو آنکھوں کی ہوتی ہے لیکن مارا جاتا ہے دل۔ مجھے ان کی یہ بات بہت پسند آئی کہ لڑی آنکھ سے آنکھ اور مارا گیا دل۔

میؔر مارے گئے ڈسٹمپر سے
ورنہ مٹی کی حقیقت کیا تھی

یہ حسین سب مٹی ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ نے مٹی پر رنگ و روغن کر دیا ہے اور امتحان اسی کا ہے، اگر کشش نہ ہو اور رنگ و روغن نہ ہو تو امتحان کس بات کا؟ تو ان چار مجاہدوں کے بعد پھر وعدہ ہے ہدایت کے راستے کھلنے کا۔ یاد رکھیے! اللہ کا راستہ ان چار شرطوں کے بعد ہی کھلے گا، پھر اللہ کی رحمت اور دستگیری اور اللہ کا فضل و کرم شاملِ حال ہوگا، اس لیے اس بات کا خوب جائزہ

لیجیے کہ ان چاروں مجاہدات میں سے ہمارے اندر کس مجاہدہ کی کمی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کی تلاش میں کمی ہے یا نصرتِ دین میں کمی ہے، یا احکامِ الٰہیہ کی پابندی میں کمی ہے یا گناہوں کے چھوڑنے میں کمی ہے۔ ایسے مواقع کے لیے میرا ایک شعر ہے، جب دیکھو کہ کوئی دیکھنے والا نہیں ہے اور گناہ کا معاملہ بالکل آسان ہے، تو اس وقت یہ شعر یاد کر لیجیے ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہلِ جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

گناہ سے بچنے پر کرامت کا انعام

ایک نوجوان اللہ والے طالبِ علم کو ایک بیوہ عورت نے اپنے جال میں پھنسانا چاہا، وہ عورت تیس، پینتیس سال کی تھی۔ طالب علم نے بیوہ کی خدمت کے فضائل سن رکھے تھے۔ اب وہ روزانہ اس کے لیے سبزی لانے لگا اور اس حدیث پر عمل کرنا چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی بیواؤں کی خدمت کیا کرتے تھے۔ اس کو کسی بزرگ سے مشورہ کرنا چاہیے تھا جو اس کو بتاتے کہ کیا نبی جیسا دل بھی ہے تیرے اندر؟ اِس زمانے میں شرط ہے کہ خدمت کرنے والا بھی جوان نہ ہو اور بیوہ بھی بُڑھیا ہو، بَڑھیانہ ہو۔ اُدھر وہ بیوہ بھی جوان، لہٰذا اس بے چارہ کو ایک دن اس نے بُری نیت سے پکڑ لیا، لیکن اس طالب علم کے اندر تقویٰ تھا، مادرزاد ولی تھا، خدائے تعالیٰ کی حفاظت میں تھا، چناں چہ اس مشکل حالت میں اللہ تعالیٰ نے اس کی دستگیری فرمائی۔ اس نے کہا کہ بیت الخلا کدھر ہے؟ مجھے تو زور سے پاخانہ لگا ہے، ایسی حالت میں گناہ کا مزہ نہیں آئے گا۔ وہ اس بہانے سے بیت الخلا گیا اور پاخانہ میں کود پڑا، یہاں تک کہ سر سے پیر تک پاخانہ میں ڈوب گیا۔ بیوہ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر اسے نکال باہر کیا۔ باہر نکل کر اس نے جلدی سے غسل کیا اور پاک صاف ہو گیا۔ اس کے بعد یہ صاحب کپڑا بیچا کرتے تھے اور ان کے بدن سے نہایت عمدہ مُشک کی سی خوشبو آیا کرتی تھی۔ ایک بزرگ ان کے پاس کپڑا خریدنے گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ مشک کی خوشبو کیوں آرہی ہے؟ اس نے کہا: اللہ کے راستے میں غم اُٹھایا تھا، اللہ تعالیٰ کے خوف سے پاخانہ میں کود پڑا تھا، اس کا اللہ تعالیٰ نے یہ صلہ دیا کہ میرے بدن میں خوشبو ہی خوشبو پیدا کر دی، اب میرے بدن سے خوشبو ہی خوشبو نکلتی ہے۔

لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر

یہ ہے وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا کہ جو بندے میری راہ میں مشقت اٹھائیں گے، ان کے لیے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا لام تاکید بانون ثقیلہ سے فرمایا کہ ان کے لیے ہم ضرور ضرور ہدایت کے بے شمار دروازے کھول دیں گے، انہیں ہر ہر ذرّے سے ہدایت ملے گی، جدھر دیکھیں گے ہدایت پائیں گے، ہر طرف ان کو اللہ ہی اللہ نظر آئے گا، اور جو مشقت نہیں اُٹھائیں گے تو شرط پوری نہ ہونے سے وہ جزاء نہیں پائیں گے۔ جملۂ شرطیہ میں ہمیشہ جزاء کا ترتب شرط پر موقوف ہوتا ہے اور اسمِ موصول کبھی شرط کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا جو لوگ مشقت اٹھائیں گے مجھ کو راضی کرنے کے لیے اور میرے دین کو پھیلانے کے لیے، میرے احکام ماننے کے لیے اور میری نافرمانیوں سے بچنے کے لیے، ان کے لیے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی جزاء ہے۔ کیا مطلب؟ کہ ہم ان کے لیے ایک دروازہ نہیں، ہدایت کے بے شمار دروازے کھول دیں گے۔ جمع کا صیغہ سُبُل استعمال فرمایا، کیوں کہ عربی میں تو جمع شروع ہی تین سے ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا جمع غیر محدود ہے۔ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ہم بے شمار راستوں سے ان کو اپنی طرف بلائیں گے، ہم بے شمار دروازے اپنی ہدایت کے ان کے لیے کھولیں گے، یعنی کائنات کے ہر ذرّے میں ان کو ہدایت نظر آئے گی۔ اپنے ہاتھوں کے نشانات میں کہ یہ میرے اللہ نے بنائے ہیں، ماں کے پیٹ میں کوئی مشین نہیں تھی، نہ بینکاک کی، نہ روس کی، نہ جرمنی کی، نہ جاپان کی جو اسے بناتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ماں کے پیٹ میں تمہاری تصویر میں نے بنائی ہے۔ هُوَالَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ[۱۹] اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں اور اس نے ہمیں اپنے ننانوے ناموں کا مظہر بنایا ہے۔ دیکھیے آپ کے دائیں ہاتھ کی ہتھیلی میں ۱۸ کا نشان بنا ہوا ہے اور بائیں پر ۸۱ کا نشان ہے، دونوں کو جمع کرو تو حاصل عدد ننانوے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہماری ہتھیلی پر اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دے رہے ہیں۔ ایک بزرگ اپنے ہاتھ کو چوم رہے تھے۔ کسی نے

---

۱۹ اٰل عمرٰن:٦

کہا کہ مولانا! آج آپ کو کوئی ہاتھ چومنے والا نہیں ملا تو اپنا ہاتھ خود ہی چوم رہے ہو۔ توبہ توبہ! اتنی زبردست عادت پڑی ہوئی ہے کہ بغیر ہاتھوں کا بوسہ لیے آپ کو چین ہی نہیں آتا۔ بزرگ نے کہا: ظالم! تیری اس بدگمانی کا کیا علاج؟ تو پوچھتا تو سہی کہ میں کیوں چوم رہا ہوں؟ میرے دل میں خیال آیا کہ اے خدا! آپ تو دیکھنے کو ملتے نہیں۔ جب بیٹے کو ابا کا خط ملتا ہے اور ابا دیکھنے کو نہیں ملتا تو خط کو چومتا ہے، باپ کی تحریر کو چومتا ہے۔ تو میرے ان ہاتھوں پر یہ میرے اللہ کی تحریر ہے، یہ انگلیاں میرے اللہ نے بنائی ہیں، میں ان انگلیوں کو چوم رہا ہوں، یہ میرے اللہ کی بنائی ہوئی انگلیاں ہیں، یہ ان کی تحریر ہے، یہ ان کا خط ہے۔ اس لیے کہتا ہوں کہ اللہ والوں سے بدگمانی مت کیجیے، اس سے آدمی سخت گھاٹے میں پڑ جاتا ہے۔ بتایئے! کہاں بزرگ کا خیال اور کہاں اس آدمی کا خیال؟ وہ تو ہاتھ اس لیے چوم رہے تھے کہ میرے مالک کے بنائے ہوئے ہیں، صانع کو نہیں دیکھا تو مصنوع یعنی اُن کی بنائی ہوئی چیز ہی کو چوم لوں۔ سبحان اللہ!

اور سُبُلَنَا کی بھی دو تفسیریں ہیں لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَ السَّيْرِ اِلَيْنَا یعنی ہم تم کو سَيْرِ اِلَى اللهِ عطا کریں گے، تم ہم تک پہنچ جاؤ گے۔ اور دوسری تفسیر ہے سُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلٰى جَنَابِنَا[٢٠] اس کے بعد تم کو اپنی بارگاہ سے واصل کر لیں گے جس کو واصل باللہ کہتے ہیں، یعنی ہماری بارگاہِ الوہیت میں تمہارا داخلہ ہو جائے گا، تو سَيْرِ اِلَى اللهِ بھی تم کو ملے گی اور وُصُوْلِ اِلَى اللهِ بھی ملے گا۔ یہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر ہے۔

اب بتایئے! تصوف تفسیروں کی کتابوں میں ہے یا نہیں؟ دیکھیے! یہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ ہیں جن کی تفسیر ساری دنیا کے مولوی پڑھا رہے ہیں، مگر یہی مولوی تصوف حاصل کرنے کے لیے جلدی تیار نہیں ہوتے الّا ماشاء اللہ۔ تفسیر روح المعانی سے منبروں پر چمک رہے ہو، لیکن یہ تو بتاؤ کہ یہ سَيْرِ اِلَى اللهِ اور وُصُوْلِ اِلَى اللهِ کی اصطلاحات کہاں سے آئیں؟

اللہ کے مخلص بندے کون ہیں؟

اِنَّ اللهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ان چار قسم کے مجاہدوں کے

---

[٢٠] روح المعانی: ۲۱/۱۴، العنکبوت (۶۹)، دار احیاء التراث، بیروت

بعد میں ان کو اپنا مخلص بندہ سمجھوں گا اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ یہ مخلصین ہیں اور میری ایسی معیتِ خاصّہ ان کو عطا ہوگی کہ عالم میں رہتے ہوئے بھی سارے عالم سے الگ تھلگ رہیں گے۔

دُنیا کے مشغلوں میں بھی یہ باخدا رہے
یہ سب کے ساتھ رہ کے بھی سب سے جدا رہے

ان کے قلوب کو ہم وہ معیتِ خاصّہ صادقہ کاملہ عطا کریں گے جو ہم اولیائے صدّیقین کو عطا کرتے ہیں اور اس کے اثرات ظاہر ہوں گے۔ جس کو یہ معیت حاصل ہوتی ہے سفر میں، حضر میں، اس کے ساتھ رہنے سے پتا چل جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اِس معیت سے نوازا ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنا مخلص بندہ اُسی کو قرار دیتے ہیں جو اُن کے راستے میں گناہ چھوڑنے کا غم اُٹھاتا ہے، اپنا دل توڑ دیتا ہے اللہ کا قانون نہیں توڑتا۔ آپ بھی دُنیا میں کس کو دوست بناتے ہیں؟ جو روز آپ کے ساتھ ناشتہ کرے، آپ اس کو انڈا کھلائیں، چائے پلائیں، اصلی مکھن کھلائیں اور اگر کبھی آپ نے اسے رات کے بارہ بجے کہہ دیا کہ میرے سر میں درد ہے، مجھے ڈاکٹر کے یہاں سے دوالا دو۔ تو وہ کہتا ہے: صاحب! مجھے تو بس انڈا مکھن کھلایا کیجیے، یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ آدھی رات کو میری نیند کیوں حرام کررہے ہیں؟ میں نے کیا آپ سے اس لیے دوستی کی تھی؟ میں نے تو انڈے مکھن کے لیے دوستی کی تھی۔ تو بعضے سالکین کا بھی یہی حال ہے کہ خانقاہ میں چائے پی لو، دو پیازہ کھالو اور ماش کی دال کھالو ادرک پڑی ہوئی مع لوازم۔ یہ ماش کی دال کے عاشقین عجیب قماش کے ہیں، ایسے ماحول میں رہتے ہوئے بھی جب کوئی امتحان کا موقع آگیا، گناہ کا موقع آگیا، کوئی ایسی صورت آگئی جس میں کچھ نمک ہے، تو اس کا حرام نمک چکھ لیا اور نمک حرام بن گئے، خدا کے نافرمان بن گئے۔ کچھ صورتوں میں نمک ہوتا ہے۔ بتاؤ دوستو! ہائی بلڈ پریشر والوں کو نمک سے منع کیا جاتا ہے یا نہیں؟ نمک کھانے سے جسم کا بلڈ پریشر ہائی ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر نمکین صورتوں کو دیکھیں گے تو روح میں ہائی بلڈ پریشر پیدا ہوجائے گا۔ جسم کا بلڈ پریشر نمک کھانے سے تیز ہوتا ہے، روح کا بلڈ پریشر نمکینوں کو دیکھنے سے تیز ہوجاتا ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کو دیکھنے سے تم کو سکون نہیں ملے گا کیوں کہ۔

نیست آبِ شور درمانِ عطش
گرچہ باشد در نوشتن شیرِ خش

نمکین پانی پیاس کا علاج نہیں ہے، اگرچہ پیتے وقت وہ بہت ٹھنڈا بھی لگے۔ یہ حسین بھی آبِ شور ہیں، سمندر کے کھارے پانی کی طرح ہیں، ان سے تمہاری تسلی نہیں ہوگی، ذِکر اللہ کا میٹھا پانی پیو جس سے دل کو چین آئے گا، لہٰذا حسینوں سے صَرفِ نظر کرو، کیوں کہ اگر تم نے ان سے کچھ فائدہ اُٹھالیا تو پریشانی بھی ہوگی اور ذلّت بھی۔ اس پر میرا ایک شعر ہے؎

عمر بھر وہ گالیاں دیتا رہا
میر سمجھے تھے کرے گا شکریہ

بتائیے! ایسوں کو اللہ تعالیٰ اپنا مخلص قرار دیں گے؟ اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو ہمارے راستے میں غم اُٹھاتے ہیں، گناہ کے چھوڑنے کا غم اٹھاتے ہیں، یہاں تک کہ جان بھی دے دیتے ہیں، وہی ہماری دوستی میں مخلص ہیں۔ حدیثِ پاک میں ہے مَنْ عَشِقَ جس کسی کو عشق ہو جائے وَکَتَمَ اور اس نے اس کو چھپایا، کبھی ظاہر نہیں کیا وَعَفَّ اور عفیف رہا ثُمَّ مَاتَ پھر غم ضبط کرنے سے مر گیا فَھُوَ شَھِیْدٌ [۲۱] وہ شہید ہے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔ اب آپ بتائیے! جان تو گئی مگر شہید ہوا، یہ بھی اللہ کا کرم ہے کہ آدھی جان لیتے ہیں اور سو جانیں عطا فرماتے ہیں؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
اُنچہ در وہمت نیاید آں دہد

اللہ تعالیٰ وہ وہ نعمتیں دیتے ہیں جو آپ سوچ بھی نہیں سکتے۔ ارے! فیکٹری والے کتنے کباب کھائیں گے؟ ایک مال دار آدمی کتنے کباب ایک وقت میں کھا سکتا ہے؟ زیادہ سے زیادہ دس کھالے گا۔ اس کے بعد پھر کیا کہے گا، کہ ہائے! اگر پیٹ میں اور جگہ ہوتی تو گرم گرم کباب اور بھی نگل جاتا۔ میزبان کہتا ہے کہ ابھی اور گرم گرم لا رہا ہوں جن سے بھاپ نکل رہی ہے۔ مہمان کہتا ہے کہ ہائے کاش کہ معدے میں اور گنجایش ہوتی یا خوفِ پیچش نہ ہوتا تو مرچ والا گرم گرم کباب

[۲۱] کنز العمال: ۳/۲،۳/۳ (۰۰۰۷)، حرف العین، منھا العشق، مؤسسۃ الرسالۃ

اور کھالیتا، لیکن کیا کروں اگر گنجائش سے زیادہ کھالیا تو مرچ بڑی ظالم چیز ہے، کیوں کہ؎

مرچ ظالم جدھر سے گزری ہے
اپنا کرتب دکھا کے گزری ہے

یہ میرا ہی شعر ہے، دیکھ لو!؎

جان کر من جملۂ خاصانِ مے خانہ مجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق سے میں سترہ سال کی عمر سے حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پر مرا۔ باوجود اس کے کہ میں حضرت کی مصاحبت کا حق ادا نہیں کر سکا اور اللہ تعالیٰ کے راستے کا بھی حق ادا نہیں ہوا، لیکن پھر بھی وہ کریم میری نااہلیت کے باوجود فضل کی بارش کر رہا ہے، کیوں کہ اہل اللہ کے صحبت یافتہ کو اللہ تعالیٰ محروم نہیں فرماتے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جو اللہ والوں کی صحبت میں رہ کر مجاہدہ کرتے ہیں، نفس کی کُشتی میں اللہ ان کو آخر میں نفس پر غالب فرمادیتے ہیں۔ سالک نفس سے کبھی مغلوب ہو سکتا ہے، لیکن آخر میں اللہ تعالیٰ اس کو غالب فرمادیں گے۔ یہ اہل اللہ کی کرامت ہوتی ہے۔ اگر روزانہ سوچو گے کہ صاحب خانقاہ میں آتے جاتے اتنے دن ہوگئے، لیکن اب تک بھی نظر کی حفاظت کماحقہٗ نہیں ہوتی تو شیطان مایوس کر دے گا۔ روزانہ مت دیکھو کہ آج کتنا فائدہ ہوا؟ اگر ماں اپنے بچے کو روزانہ ناپنے لگے کہ میرا بچہ کتنا بڑا ہو گیا ہے تو مایوس ہو جائے گی۔ بس اپنے کام میں لگے رہو، آہستہ آہستہ خود ہی احساس ہو جائے گا کہ پہلے میں کیا تھا اور اب کیا سے کیا ہوا جاتا ہوں؎

تو نے مجھ کو کیا سے کیا شوقِ فراواں کر دیا
پہلے جاں پھر جانِ جاں پھر جانِ جاناں کر دیا

حسنِ خاتمہ کی ضمانت

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ جو لوگ اللہ والوں سے جُڑے ہوئے ہیں، چاہے ان سے گناہ بھی ہو جائے، لیکن

ایک نہ ایک دن مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کے تقاضائے نفس اور تعلقاتِ ماسوی اللہ پر اللہ تعالیٰ اپنے تعلق کو غالب کر دے گا اور حسنِ خاتمہ کے ساتھ اٹھائے گا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اس ملفوظ کو میں نے خود پڑھا ہے کہ اللہ والوں سے تعلق رکھنے والا، چاہے زندگی بھر نفس کی کُشتی میں ہارتا رہے اور ہار کر اشکِ ندامت سے آہ وزاری کرتا، رہے لیکن مرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ تمام تعلقات پر اپنی محبت کو غالب کر کے اپنے پاس بلاتے ہیں اور حسنِ خاتمہ نصیب فرماتے ہیں۔ اہل اللہ کے صحبت یافتہ کا سوءِ خاتمہ نہیں ہوتا۔ اس بات کو غور سے سنیے کہ نفس سے ہار کر کبھی مایوس نہ ہوں، اہل اللہ کا دامن نہ چھوڑو اور اللہ تعالیٰ کے سامنے اشکِ ندامت بہا کر اپنی آہ وزاری، گناہوں سے بے زاری اور اپنی ذلت وخواری کے احساس سے رو رو کر ترقی کرو اور کبھی ذِکر اللہ و تہجد و نظر کی حفاظت اور کبھی تقویٰ کے اعلیٰ مقام سے قرب حاصل کرو۔ کبھی عبادت سے اللہ کا قرب حاصل کرو، کبھی ندامت سے اللہ کا قرب حاصل کرو۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ؎

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

انسانوں کا ذِکر ملائکہ کے ذِکر سے کیوں افضل ہے؟

بخاری شریف کی روایت ہے کہ جب بندے جمع ہو کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں، تو فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں، یہاں تک کہ آسمان تک پہنچ جاتے ہیں۔ علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ شرح بخاری میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ جب کوئی قوم اللہ کی یاد میں مشغول ہوتی ہے تو اس کو فرشتے کیوں گھیر لیتے ہیں؟ جبکہ ہم گناہ گار اور فرشتے معصوم ہیں۔ معصوم اپنی تسبیحات وذکر چھوڑ کر گناہ گاروں کی تسبیحات وذکر سننے کیوں آتے ہیں؟ ایک بڑا اشکال ہے یا نہیں؟ ایک آدمی جو بریانی کھا رہا ہے، کیا وہ کبھی پیاز روٹی والے کے پاس جائے گا؟ تو فرمایا کہ فرشتوں کے ذکر سے اللہ والوں کا ذکر افضل ہے، اس لیے ملائکہ اپنا ذکر ملتوی کر کے اللہ کے خاص بندوں کے ذکر کو سننے آتے ہیں۔ علامہ عسقلانی رحمہ اللہ نے اس کی دو وجہیں بیان کی ہیں کہ ملائکہ کے ذکر سے اہل اللہ کا ذکر افضل کیوں ہے، نمبر ایک یہ کہ

اللہ والے سینکڑوں افکار اور مصروفیات کے باوجود اللہ تعالیٰ کو نہیں بھولتے، ہزاروں شغل میں بھی ہر وقت اللہ کو یاد رکھتے ہیں، جبکہ فرشتوں کو سوائے ذکر کے اور کوئی کام نہیں۔ اور دوسرے یہ کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر عبادت کر رہے ہیں اور اللہ والے بغیر دیکھے اللہ کو یاد کر رہے ہیں۔ وہ عالمِ شہادت میں ذاکر ہیں، یہ عالَم غیب میں ذاکر ہیں۔ تو ذکرِ عالمِ شہادت سے ذکر عالمِ غیب کا افضل ہوتا ہے، اسی لیے ایمان بالغیب مطلوب ہے **یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ**[۲۲] اللہ والوں کا ایمان غیب پر ہے۔

جعلی پیروں کے بعض واقعات

میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سناتے تھے کہ پنجاب میں ایک شخص نے خدائی کا دعویٰ کیا، وہ ایک آنکھ سے کانا تھا، ایک آنکھ غائب تھی۔ اس نے خدا ہونے کا دعویٰ کیا، اُنیس آدمی اس پر ایمان لائے تھے، اُنیس بے وقوف اس کے بندے بنے تھے۔ ایک شخص نے کہا: جب آپ خدا ہیں تو آپ کانے کیوں ہیں؟ اپنی آنکھ کو درست کیوں نہیں کر لیتے؟ اس نے کہا کہ ایک مسلمانوں کا خدا ہے جو ایمان بالغیب مانگتا ہے اور میں ایسا عیب دار خدا ہوں جو **اِیۡمَانٌ بِالۡعَیۡبِ** مانگتا ہوں۔ وہ **اِیۡمَانٌ بِالۡغَیۡبِ** ہے، یہ **اِیۡمَانٌ بِالۡعَیۡبِ** ہے۔

اسی طرح ایک جعلی پیر تھا، نقلی، میڈاِن ڈالڈا (Made In Dalda) نماز نہیں پڑھتا تھا کسی نے پوچھا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ اس نے کہا ہم پہنچے ہوئے ہیں، کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں، پانچوں وقت کعبہ میں نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ ایک عالم نے اس کے مریدوں سے کہا کہ اے بھائیو! اگر یہ کعبہ میں نماز پڑھتے ہیں تو وہاں کی غذا، وہاں کی کھجوریں، وہاں کا زم زم یہاں کے کھانے پینے سے افضل ہے یا نہیں؟ یہ نماز تو بیت اللہ میں پڑھتے ہیں اور کھانا پاکستان کا کھاتے ہیں۔ مکہ شریف کی مبارک کھجوریں کیوں نہیں کھاتے اور زم زم کا مبارک پانی کیوں نہیں پیتے؟ ان سے کہو کہ مکہ شریف کا مبارک کھانا کھائیں اور زم زم کا مبارک پانی پئیں۔ گاؤں والوں نے اس کو روٹی دینا بند کر دی، تو تیسرے دن کہا کہ روٹی کھلاؤ! اب ہم یہیں نماز پڑھا کریں گے۔

ایک دن اسی عالم نے کہا کہ اپنے پیر سے امامت کراؤ۔ وہ پیر پڑھا لکھا تو تھا نہیں۔

---

[۲۲] البقرۃ:۳

کہنے لگا کہ ظہر کی امامت کراؤں گا، کیوں کہ مغرب پڑھانے میں تو اس کی جہالت ظاہر ہو جاتی، لہٰذا اس نے ظہر پڑھائی، لیکن نماز کے درمیان اس نے زور سے آواز لگائی دھت دھت دھت۔ نماز کے بعد سب نے کہا کہ یہ نماز میں آپ دھت دھت کیا کر رہے تھے؟ کہا کہ تمہیں کیا پتا ہے کہ کعبہ شریف میں ایک کتا گھس رہا تھا میں اس کو بھگا رہا تھا، جن کو خدا آنکھ دیتا ہے ان کو کعبہ تک نظر آتا ہے۔ وہ عالم بھی موجود تھے، اُن کو اُسے گرانے کا ایک پوائنٹ مل گیا تاکہ اللہ کے بندے اُس کے چکر سے نکل جائیں، لہٰذا سب کی دعوت کر دی کہ بھائیو تمہاری بھی اور تمہارے پیر کی بھی سب کی دعوت ہے۔ بکرا ذبح کیا، بریانی پکوائی، اُمت کی ہدایت کے لیے اللہ والے خرچ بھی کیا کرتے ہیں۔ پلیٹ میں چاول اُوپر رکھے اور بوٹیاں ایک بالشت نیچے رکھ دیں اور یہ پلیٹ پیر صاحب کے سامنے رکھ دی۔ اب پیر صاحب نے چاولوں کو ٹٹولا، بوٹیاں چوں کہ ایک بالشت نیچے تھیں، لہٰذا جب بوٹیاں نہیں ملیں تو پیر صاحب لگے شور مچانے کہ یہاں پیروں کی قدر نہیں، ہمیں بلا کر ہماری توہین کی، کیا بغیر گوشت کے چاول پیروں کی غذا ہوتی ہے؟ اب وہ عالم کھڑے ہوگئے اور کہا کہ اے بھائیو! اس پیر کو تو ایک بالشت کے نیچے رکھی ہوئی بوٹیاں نظر نہیں آئیں، لڑ رہا ہے کہ بوٹیاں کیوں نہیں دیں؟ میں نے جان بوجھ کر بوٹیوں کو چھپا دیا تھا، تاکہ معلوم ہو کہ اس کی نظر کہاں تک جاتی ہے۔ جو نظر ایک بالشت تک تو گئی نہیں اور وہ کعبہ تک چلی گئی کہ وہاں کے کتے کو بھگا رہا تھا۔ بس عوام نے ڈنڈا لے کر جعلی پیر کو دوڑایا اور وہ دُم دبا کر بھاگ گیا۔ دعوت کی بوٹیوں نے اس کی فقیری کا پول کھول دیا۔ اس پر مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آگیا کہ جب میں آزاد کشمیر گیا تو ایک دوست سے پوچھا کہ کیا کام کرتے ہو؟ اُس نے کہا کہ مرغوں کی دوکان کرتا ہوں یعنی مرغیاں بیچتا ہوں۔ تو میں نے کہا کہ اپنے مرغوں کو میرے آنے کی خبر مت کرنا۔ اس نے کہا کیوں؟ اسی وقت میرا ایک شعر ہو گیا۔

سارے مرغے یہ خبر سن کے سہم جاتے ہیں
جب وہ سنتے ہیں کہ بستی میں کوئی پیر آیا

کیوں کہ مرغے سمجھ جاتے ہیں کہ اب ہماری خیر نہیں ہے، ہر آدمی پیر صاحب کے لیے مرغی ذبح کرے گا اور ہماری جان مصیبت میں آجائے گی۔ ہم لوگ چوں کہ اپنا کھانا اپنے پیسے سے پکا کر

کھاتے تھے تو اس کا اثر یہ ہوا کہ آزاد کشمیر کے اسپیکر، وزراء، جج، وکلاء و پروفیسر غرض خواص و عوام سب کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے نیک گمان ڈال دیا۔ وہ متعجب تھے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو خود اپنے پیسوں سے کھانا کھا رہے ہیں ورنہ پیر لوگ تو مریدوں کا مال اُڑاتے ہیں۔ ایک اور نقلی پیر نے اپنے ایک دیہاتی مرید سے کہا کہ میں تمہاری طرف سے روزہ بھی رکھتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور پل صراط پر بھی چلوں گا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے تو مرید نے کہا اے پیر! تو تو بڑا اچھا ہے، چل میں اپنا فلاں کھیت تیرے نام لکھ دوں۔ پیر صاحب نے سوچا کہ دیہاتی ہے کہیں رائے نہ بدل جائے۔ کہا جلدی چلو، گاؤں میں تازہ تازہ بارش ہو چکی تھی اور دیہاتوں میں بارش ہونے سے کھیت کی مینڈھوں پر پھسلن ہو جاتی ہے۔ اب جو وہ پیر اُس پر چلا تو عادت تو تھی نہیں اس پر چلنے کی، شہری تھا پاؤں پھسل گیا اور دھم سے دھان کے کھیت میں گر گیا اور کیچڑ میں لت پت ہو گیا تو دیہاتی مرید نے پیٹ پر ایک لات لگائی اور کہا کمبخت تو تو کہہ رہا تھا کہ میں تلوار سے تیز اور بال سے باریک پل صراط پر چلوں گا اور ایک فٹ کی مینڈھ پر تجھ سے نہ چلا گیا۔ چل بھاگ یہاں سے میں تجھے کھیت نہیں دیتا تو تو جھوٹا ہے۔

اور ہمارے بزرگوں نے ایک اور واقعہ سنایا۔ ایک شخص نے کہا کہ میں خدا ہوں۔ ایک اللہ والے گزر رہے تھے انہوں نے کہا کہ پکڑو اس نالائق کو اور جوتے سے مارو۔ ایک عالم نے کہا حضور اس کو ماریں نہیں، یہ علم کے زور سے ہارے گا۔ آپ اگر لاٹھی ماریں گے تو مقدمہ ہو جائے گا۔ اس سے میں نمٹوں گا۔ ان عالم صاحب نے تین دن تک کھانا سڑایا اور سڑا ہوا کھانا ناشتہ دان میں لے کر گئے اور کہا حضور آپ کے لیے کھانا لایا ہوں۔ وہ سمجھا کہ بڑی مرغیاں وغیرہ ہوں گی، جب دیکھا تو سڑا ہوا کھانا تھا کہ بدبو سے اس کا سر پھٹ گیا۔ کہنے لگا ارے! توبہ توبہ، یہ کیسا کھانا لائے ہو؟ اس عالم نے کہا کہ آپ تو "خدا" ہیں اور رزق خدا دیتا ہے، جو رزق آپ نے دیا تھا وہی لایا ہوں۔ حکیم الامت کے مواعظ میں یہ سب قصے موجود ہیں۔

قربِ حق سے محرومی کی وجہ

اِنَّ اللّٰہَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ میں اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اخلاص کی شرط لگا دی کہ کہیں تم جعلی اور نقلی مال کے پیچھے پڑ کر اپنی زندگیاں نہ برباد کر لو۔ نقلی پیروں کے چکر میں وہی

آتا ہے جو مخلص نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مخلص بنائے، خدائے تعالیٰ اپنی راہ کے غم اٹھانے کی توفیق دے، جن سالکین کی روح اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص سے مشرف نہیں ہو رہی ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ ذِکر اللہ تو جاری ہے مگر عطر کے ساتھ ساتھ بلی کا گو بھی لگانے سے باز نہیں آرہے ہیں یعنی گناہ بھی کر رہے ہیں۔ وہ جس دن ہمت کرلیں، جس وقت ارادہ کرلیں کہ آج سے گناہ نہیں کرنا ہے تو اسی وقت سے اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت کی ہوائیں آنا شروع ہو جائیں گی۔ تقویٰ تو قلب کے ارادے سے ہوتا ہے۔ بس ارادہ کرلیں کہ آج سے کسی پر نظر نہیں ڈالیں گے پھر ہرگز بد نظری نہیں کریں گے۔ اس زمانے میں نظر کو دیکھ بھال کر اٹھایئے، بے محابا اِدھر اُدھر نہ دیکھیے۔ جہاں اچانک نظر پڑ جانے کا امکان ہو وہاں بھی احتیاطاً نظر نیچی رکھیے۔ بعضے بزرگوں نے تو جائز چیزوں سے بھی نظر کو بچایا ہے تاکہ نظر بچانے کی عادت پڑی رہے کیوں کہ ہر وقت دیکھنے کی عادت ہو گی تو یہ چق مق دیدہ ملیدہ مانگے گا۔ اردو کا محاورہ ہے کہ چق مق دیدہ مانگے ملیدہ۔

ریل میں درس ہو گیا۔ بس اب ارادہ کرلیجیے اور دعا کرلیجیے کہ اللہ تعالیٰ گناہوں سے بچنے کی توفیق دے۔ اے خدا! آپ کے نام پاک کی اور آپ کی محبت کی اور آپ کے قرآنِ پاک کی جو تفسیر اور بزرگوں کے جو واقعات پیش کیے گئے، اپنی رحمت سے سب قبول فرمالیجیے اور ریل کو اور اس زمین کو قیامت کے دن ہمارے لیے گواہ بنایئے کہ قرآنِ پاک کی تفسیر سنائی گئی، درسِ قرآنِ پاک ہوا۔ اے اللہ! ہم سب کو چاروں مجاہدات کی توفیق عطا فرما، نیک لوگوں کی صحبت عطا فرما اور آپ کو راضی کرنے کے لیے ہم کو ہر مشقت اٹھانے کی توفیق عطا فرما کہ ہم سب آپ کی دی ہوئی توفیق سے آپ کے دین کی نصرت کے لیے اپنی جان و مال کو پیش کریں اور آپ اس کو شرفِ قبولیت عطا فرمائیں اور جن باتوں سے آپ خوش ہوتے ہیں ان پر عمل کرنے کی توفیق اور ہمت نصیب فرمائیں۔ اور جن باتوں سے، جن اعمال و افعال سے آپ ناراض ہوتے ہیں تو اے خدا! آپ کی ناخوشی کی راہوں سے ہم اپنے دل کو خوش کرنے سے انتہائی دردِ دل سے پناہ مانگتے ہیں کیوں کہ ہماری وہ خوشی مبارک خوشی نہیں ہے جس سے آپ ناراض ہوں۔ بندے کی وہ خوشی نہایت منحوس اور نامبارک ہے کہ جس سے وہ اپنے مالک اللہ تعالیٰ شانہٗ کو ناراض کرے۔ آپ کی ناراضگی کی راہوں سے جو بندہ اپنا دل خوش کرتا ہے، اے خدا! اس

خوشی سے توبہ ہم سب کو نصیب فرمادے۔ جس طرح بیٹا اپنے باپ کو ناراض کرکے اپنا دل خوش کرلے وہ بیٹا نالائق کہلاتا ہے۔ اے خدا! ہم نالائق بندے ہیں کہ آپ کو ناخوش کرکے اپنا جی خوش کرتے ہیں، ہمیں اس نالائق عمل سے توبہ نصیب فرمادے۔

حدیثِ پاک میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسافر کی دعا قبول کرتا ہے۔ اے خدا! ہم سب مسافر ہیں، آپ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس بشارت کے صدقے میں ہم سب مسافروں کی دعاؤں کو قبول فرمالیجیے، ہمارے جسموں کو بھی سلامت رکھیے گردوں میں پتھری پڑنے سے، گردوں کے بے کار ہوجانے سے، پتّے میں پتھر پڑنے سے، کینسر ہونے سے، بلڈ کینسر ہونے سے، یااللہ! پیٹ پھڑوانے سے اور آپریشن کرانے سے، جملہ خطرناک بیماریوں سے ہم کو بھی اور ہمارے گھر والوں کو بھی حفاظت نصیب فرما اور سلامتیٔ اعضا کے ساتھ ساتھ سلامتیٔ ایمان بھی نصیب فرما۔ سلامتیٔ اعضا و سلامتیٔ ایمان کے ساتھ زندہ رکھیے اور سلامتیٔ اعضا اور سلامتیٔ ایمان کے ساتھ دنیا سے اٹھایئے اور اے اللہ! ہر وقت خوشی دکھا اور غم کی موت سے بچا، ہر وقت ہمارے دلوں کو خوشی اور سکون نصیب فرما اور اے خدا! نفس و شیطان کی غلامی سے نکال کر سو فیصد اپنی غلامی اور فرماں برداری کی حیات نصیب فرمادیجیے اور اپنی رحمت سے ہماری دُنیا بھی بنایئے اور آخرت بھی بنادیجیے۔

یااللہ! جن لوگوں نے دُعاؤں کے لیے فرمایش کی ہے اختر کو، ان کو اور ہم سب کو تمام مقاصدِ حسنہ میں بامراد فرمادیجیے اور جنہوں نے دُعاؤں کے لیے نہیں بھی کہا مسلمان بھائی ہونے کی حیثیت سے وہ ہم سے امید رکھتے ہیں، اے خدا! ان کے لیے بھی ہم آپ سے دونوں جہاں کی فلاح و کامیابی کی بھیک مانگتے ہیں اور ساری دنیا کے کافروں کے لیے ایمان کی درخواست کرتے ہیں اور اہلِ ایمان کے لیے اہلِ تقویٰ ہونے کی درخواست کرتے ہیں اور اہلِ مرض کے لیے اہلِ صحت ہونے کی درخواست کرتے ہیں اور اہلِ بلا کے لیے اہلِ عافیت ہوجانے کی درخواست کرتے ہیں۔ یااللہ! جن کی بیٹیاں جوان ہیں اور ان کے رشتے نہیں مل رہے ہیں ان کو اچھے، نیک رشتے عطا فرمادے اور جن کے رشتے طے ہوچکے ہیں، شادیاں ہوچکی ہیں مگر ان کے شوہر ان پر ظلم کررہے ہیں، رُلا رُلا کر اور ستا ستا کر رکھتے ہیں اور اپنا غم سنا کر وہ ماں باپ کے دلوں کو پاش پاش کرتی ہیں کہ آپ نے کہاں شادی کردی؟ کس آگ میں جھونک

دیا۔ اے خدا! ظالم شوہروں کو توفیق عطا فرما کہ اپنی بیویوں کے ساتھ شفقت، محبت اور احسان کریں۔ اپنی بیٹیوں پر ظلم نہ ہونے کے لیے تو تعویذ مانگتے ہیں مگر اپنی بیویاں جو کسی کی بیٹیاں ہیں، ان کے ساتھ ظلم سے باز نہیں آتے۔ اسی طرح اگر کسی کی بیوی ظلم کر رہی ہو تو اُس کو نیک بنادے۔ اے اللہ! ہمارے پاکستان خصوصاً کراچی میں جو قتل، چوری، ڈاکے ہو رہے ہیں کہ کسی کی عزت و آبرو محفوظ نہیں ہے، اس کے لیے بھی یااللہ! ہم آپ سے فریاد کرتے ہیں کیوں کہ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں ہے سوائے آہ کی لاٹھی کے۔ ہماری آہ ہماری لاٹھی ہے، اس کو آپ قبول فرماتے ہوئے امن وامان قائم فرما دیجیے، غیب سے اسباب پیدا فرما دیجیے، حکومتِ عادلہ عطا فرمایئے جو ہمارے جان ومال کا اور پاکستان کا تحفظ کر سکے۔ اے اللہ! اس کا غیب سے انتظام فرمایئے اور سارے صوبوں میں کلمہ کے نام پر محبت پیدا کر دیجیے، ہم سب کو مسلمان ہونے کی حیثیت سے آپس میں محبت عطا فرمایئے۔ اے خدا! اپنے کلمہ پر ہم سب کو ایک فرمایئے اور ہمارے گناہوں کو در گزر فرمایئے اور گناہوں سے سچی توبہ کی توفیق عطا فرمایئے۔ جو ہم میں سے سو فیصد آپ کے نہیں بننا چاہتے اور اپنے نفس کی خواہش میں لگے ہوئے ہیں اے اللہ! انہیں بھی جذب فرما کر سو فیصد اپنا بنا لیجیے۔

نہیں ہوں کسی کا تو کیوں ہوں کسی کا
اُن ہی کا اُن ہی کا ہوا جا رہا ہوں

اے خدا! ہم سب آپ ہی کے ہیں، آپ ہی نے ہمیں پیدا کیا ہے، آپ ہی کے پاس ہمیں لوٹ کر آنا ہے۔ ہم سب آپ ہی کے بندے ہیں، اس لیے سر سے پیر تک ہمارے ظاہر کو، ہمارے باطن کو، ہمارے ہر ذرۂ جسم کو، ہماری روح اور قلب کو سو فیصد اپنا بنا لیجیے، اپنے جذب سے ہم کو اپنا بنا لیجیے۔ نفس و شیطان سے جنگ میں ہم بارہا ہار چکے ہیں، شکست خوردہ ہیں، عاجز ہیں، درماندہ ہیں، اس لیے اپنے جذب کی صفت کا ظہور فرمایئے کیوں کہ اس خزانے کی خبر آپ نے قرآنِ پاک میں دی ہے۔ ابا اپنا جو خزانہ بچوں کو نہیں دینا چاہتا اس کو چھپا کر رکھتا ہے۔ آپ نے اس خزانے کو قرآنِ پاک میں نازل فرما کر سارے عالم کو بتا دیا کہ میرے اندر شانِ جذب بھی ہے جس کو ہم چاہتے ہیں اپنا بنا لیتے ہیں، اپنی طرف جذب کر لیتے ہیں چناں چہ اس صفت کا ہم سب پر ظہور فرما دیجیے۔ اولیائے صدیقین کی جو منتہائے ولایت ہے، ہم سب کو وہاں تک

پہنچا دیجیے، ہمارے بچوں کو بھی نیک بنا دیجیے، نمازی بنا دیجیے، صالح بنا دیجیے۔ دنیا اور آخرت کے تمام غم ہم آپ ہی کے سپرد کرتے ہیں کیوں کہ دونوں جہاں کے آپ مالک ہیں۔

دونوں جہاں کا دُکھڑا مجذوب رو چکا ہے
اب اس پہ فضل کرنا یارب ہے کام تیرا

یا اللہ! جو ہم نہیں مانگ سکے وہ بھی بے مانگے عطا فرمائیے اور جلد عطا فرمائیے اور اس پر شکر گزاری عطا فرمائیے۔ عمر میں برکت دے دیجیے۔ ہم سے دین کا خوب کام لیجیے، سارے عالم میں اپنے درد کی اور اپنی محبت کی خوشبو کے لیے ہماری زبانوں کو قبول فرمالیجیے، سارے عالم میں ہم سب کو پھرائیے، سارے عالم میں اپنی محبت کے درد کو نشر کرنے کی توفیق عطا فرمائیے، اس کے لیے صحت و قوت بھی عطا فرمائیے۔ ہم سب کی جانِ نحیف میں کروڑوں جانیں عطا فرمائیے پھر یہ کروڑوں جانیں اپنی راہ میں فدا کرنے کی توفیق عطا فرمائیے، اے خدا! مجھے پھر سے جوانی دے دیجیے اور اس جوانی کو بھی اپنی راہ میں فدا کرنے کی توفیق عطا فرمائیے، اے اللہ! ہمارے ماضی کے معاصی کو معاف فرمائیے ۔ ہماری غفلتوں کو درگزر فرمائیے۔ مستقبل کو اپنی رضا کے اعمال سے تابناک و روشن فرمادیجیے، حسنِ خاتمہ مقدر فرمادیجیے، میدانِ محشر میں بے حساب مغفرت مقدر فرمادیجیے، جنت میں اپنے اَبرار و صالحین کے ساتھ رہنا مقدر فرمادیجیے۔ یااللہ! جن لوگوں نے دعاؤں کی فرمایش کی ہے، ان سب کو ان کے مقاصدِ حسنہ میں بامراد فرمائیے۔ سب کا غم اور دُکھ دور فرمادیجیے۔ یااللہ! اپنی رحمت سے اپنی زمین و آسمان کے سارے خزانے ہم پر برسادیجیے کیوں کہ آپ اپنے خزانوں سے مستغنی ہیں۔ دُنیا کے بادشاہ تو اپنے خزانوں کے محتاج ہوتے ہیں، اپنے اور اپنے شاہی خاندان کے لیے ان کا ذخیرہ کرتے ہیں۔ اے خدا! تو اپنے خزانوں سے بے نیاز ہے، اپنے خزانوں سے مستغنی ہے، اپنے زمین و آسمان کے سارے خزانے ہم سب پر اپنی رحمت سے برسادے، یااللہ! اس ریل میں جتنے لوگ ہیں اِن سب پر اپنی رحمت کی بارش کردے۔ آمین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ
وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاءاللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کرکے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِرُّوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ اَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقر عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْيَةِ وَهِيَ مَادُوْنَ الْقَبْضَةِ كَمَا يَفْعَلُهٗ
بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِي النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بد نظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نا محرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آبھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الْعَيْنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللّٰهُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَيْهِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بد نظری کرنے والے پر
اور جو خود کو بد نظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بد دُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بد دعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بد نظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)...اللہ ورسول کا نافرمان ۲)...آنکھوں کا زناکار ۳)...ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کرلیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کرلیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لاکر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِي الصُّدُوۡرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہوجانا یا پرانے گناہوں کو یاد کرکے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہوجائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہوجائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللّٰه اَللّٰه پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔
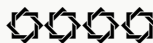
دن کی قدر رات کی تاریکی میں، صحت کی قدر دُکھ، درد اور بیماری میں، اصلی پیر کی قدر نقلی پیروں کو دیکھ کر اور مخلص کی قدر غیر مخلص سے ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے نفاق کے مقابلے میں صحابہ کے اخلاص کی تعریف کی ہے۔ مخلصین کی صحبت کے بغیر اخلاص نہیں ملتا یہی وجہ ہے کہ اللہ والوں کی محبت مرادِ نبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دے رہے ہیں کہ آپ صحابہ کے پاس بیٹھا کریں تاکہ وہ آپ کی صحبتِ نبوت سے زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کرسکیں۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ ''مقامِ اخلاص ومحبت'' میں نہایت درد بھرے اور دل نشین انداز میں بیان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے مخلص بندے ان ہی کو قرار دیتے ہیں جو ان کی راہ میں یعنی دین کے احکامات پر عمل کرنے میں ہر قسم کے مجاہدات، تکالیف اور مشقتیں اٹھاتے ہیں اور ہر لمحہ اللہ کو راضی رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

www.khanqah.org

AW061